یعقوب کے خط

کی

تفسیر

نور اور سچائی

نیشنل کرسچن کونسل کی لٹریچر کمیٹی کی امداد سے

THE EPISTLE OF JAMES:

یعقوبؑ کے خط کی

تفسیر

مصنفہ

پادری ڈبلیو۔ ایم۔ رائبرن۔ ایم۔ اے۔ لٹ۔ ڈی

۱۹۴۹ء

تعداد ۲۵۰ طبع اوّل قیمت

یعقوبؔ کے خط کی تفسیر

۔ ۱ ۔
عام دیباچہ

ا ۔ مصنّف :۔

خط کی پہلی آیت میں لکھا ہے کہ یہ خط یعقوبؔ نے لکھا۔ جو خُدا کا اور خداوند یسوع مسیح کا بندہ ہے۔ یہ یعقوبؔ کون تھا۔ اِس کے بارے میں دو خیال پیش کئے گئے ہیں۔ ایک خیال تو یہ ہے۔ کہ یہ یعقوبؔ ہمارے خداوند کا بھائی تھا۔ جو یروشلیم کی ابتدائی کلیسیا میں ایک لیڈر تھا۔ دوسرا خیال یہ ہے۔ کہ وہ یعقوب نامی کلیسیا میں ایک اُستاد تھا۔ جس کے متعلّق ہمیں کوئی علم نہیں۔ زیادہ شہادت پہلے خیال کی حمایت میں ہے۔ کہ یہ یعقوب ہمارے خدا کے بھائی ہی تھے مُقدّس پولوس نے گلتیوں کے نام کے خط ۱ : ۱۹ میں اُس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ یروشلیم کی کلیسیا میں لیڈر تھے۔ اور ان کی تقریر ہمارے پاس اعمال ۱۵ میں محفوظ ہے۔

ا ۔ ابتدائی کلیسیا میں دو ہی شخص تھے جن کا نام یعقوبؔ تھا۔ اور وہ دونو اس قدر مشہور تھے۔ کہ انہیں صرف یعقوبؔ کے نام سے یاد کرنا

کافی تھا۔ ان میں سے ایک یعقوب یوحنا کا بھائی زبدی کا بیٹا تھا۔ جسے خداوند کی موت اور جی اٹھنے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ہیرودیس نے مروا ڈالا تھا۔ اور دوسرا شخص خداوند یسوع مسیح کا بھائی تھا۔ اور جو پطرس کے ساتھ تھا اور پطرس کلیسیاء یروشلیم کا مانا ہوا لیڈر تھا۔ جن دنوں میں اِس خط کا لکھا جانا ممکن تھا اُن دنوں میں ایک مشہور عبرانی مسیحی یعقوب نامی تھا۔ اور وہ تھا ہمارے خداوند کا بھائی یعقوب۔

۲ - یہی ایک یعقوب ہے۔ جس کے بارے میں اتنا جانتے ہیں کہ صرف اُس کے لئے ہی موقعہ تھا کہ غیر مسیحی یہودی اُس کی بات سُنتے۔ اور انہیں کے نام یہ خط لکھا بھی گیا ہے۔

۳ - خداوند کے بھائی یعقوب کی تقریر جو اعمال ۱۵ میں درج ہے اور اس خط میں زبان اور طرزِ تحریر کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ نئے عہد نامہ میں جو خطوط ہیں اُن میں سلام کا لفظ (Chairein) صرف یعقوب کے خط میں آیا ہے جیسا کہ وہ اعمال میں ہے اور یعقوب کے خط میں ہے۔ دو مقامات یعنی اعمال ۱۵ : ۱۷ اور یعقوب ۲ : ۷ میں ایک فقرہ آیا ہے۔

۴ - اس خط میں جو مثالیں (توضیحات) اور اشارے (تلمیحات) پائی جاتی ہیں۔ وہ دیہاتی ہیں اور سمندر سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً اس کے پھول گھوڑا۔ جنگل کی آگ جہاز۔ پتوار۔ پرندے۔ انجیر کا درخت۔ انگور کی بیل چشمے۔ سمندر کی لہریں۔ زمین کی قیمتی پیداوار۔ کسان کا بارش کے لئے آسمان کی طرف نظریں اُٹھانا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف ایسا شخص ہے۔ جس کی عمر کا کافی حصہ کسی دیہات میں سمندر کے کنارے گزرا مثلاً گلیل۔ پس اس کا اشارہ یعقوب ناصری کی طرف ہے۔

۵ - اِس میں تو کوئی شک نہیں کہ مصنف ایسا شخص ہے۔ جس کو خداوند کے ساتھ گہرا رشتہ تھا۔ اِس خط میں خداوند کی تعلیمات اور خیالات کا بار بار ذکر آتا ہے۔ لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ وہ لفظ بہ لفظ اُس طرح نہیں جس طرح کہ اناجیل میں ہیں۔ اگر مصنف ایسا شخص نہ ہوتا جس کو خداوند کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ تو وہ جو بھی حوالہ دیتا اُس میں اناجیل کی زبان اور لفظی ترکیبیں ہوتیں۔ اتفاقاً اُس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خط پہلے لکھا گیا اور ایسے زمانہ میں لکھا گیا۔ جب کہ مرقس کی انجیل کا عام استعمال نہیں ہو رہا تھا۔

یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک یعقوب جو قریب قریب گمنام ہی تھا اِس خط کا مصنف ہے اور اِس کو مستند بنانے کے لئے اس کو مشہور یعقوب سے منسوب کیا گیا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو ہم قیاس نہیں کر سکتے کہ وہ اس بات کو واضح نہ کر دیتا۔ کہ یہ خط ہمارے خداوند کے بھائی یعقوب کی طرف سے ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر ہم اس خط کو خداوند کے بھائی یعقوب کی تصنیف قرار دیں تو غلطی نہیں کرتے۔

ب - جن کے نام یہ خط لکھا گیا۔

خداوند کے بھائی یعقوب کو اس خط کا مصنف کہنے پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

۱ - وہ کس طرح ایسا خط لکھ سکتا ہے۔ جس میں خداوند یسوع کا نام صرف دو بار آتا ہو۔ اور خاص طور پر اُس صورت میں جب کہ نام کا اضافہ بعد میں کیا جانا بھی ممکن ہو۔

۲ - اگر اس خط کا مصنف ہمارے خداوند کا بھائی ہے۔ تو اس خط کو

اُن کتابوں میں شامل کئے جانے پر کیوں دیر تک بحث رہی جو ہمارے نئے اور پرانے عہد ناموں میں پائی جاتی ہیں۔ اِس کو اس بحث کے آخری مرحلوں پر ہی مقدس کتابوں میں شامل کیا گیا۔

اِن اعتراضوں کا جواب دینے کے لئے ہمیں اُن لوگوں کا ذکر کرنا پڑیگا۔ جن کو یہ خط لکھا گیا۔ پروفیسر جیمس ہوپ مولٹن ذیل کی رائے پیش کرتے ہیں۔

"یہ خط اُن یہودیوں کے نام لکھا گیا ہے جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اور خط کا مصنف ایک ایسا مسیحی لیڈر ہے جس کے لئے یہودیوں کے دل میں گہری عقیدت تھی۔ جیسا کہ یوسیفس اور ہجی سیپس کے ذریعے ہمیں معلوم ہے۔ وہ یسوع کے نام کا ذکر ہرگز نہ کرتا کیونکہ اس نام کو سن کر یہودی فوراً اُسے چھوڑ دیتے۔ لیکن وہ اُس کی باتوں کا خوب استعمال کرتا ہے۔ اس اُمید میں کہ ان کی دلفریبی اور خوبصورتی اور زور خود بخود اپنا کام کریں گے اور پڑھنے والوں کے دل میں کہنے والے کے لئے جگہ پیدا ہو جائیگی جس وقت کہ جب اُن کو مصنف[1] کا پتہ لگیگا۔ اُس کا بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ لوگوں کو اُن کی اندھی بے اعتقادی کے لئے شرمندہ کرے۔ جو جتھا بندی یا پارٹی بازی کی روح کا نتیجہ ہے۔ (۳: ۱۴، ۱۶) لیکن اس اپیل کا سارا اثر اور کامیابی یعقوب کی شہادت سے برباد ہو گئی جب اُسے مسیحی ہونے کی وجہ سے شہید کیا گیا۔ تو وہ عزت جو لوگوں کے دل میں اُس کے لئے اس بنا پر تھی کہ شرع کے لحاظ سے وہ ایک پارسا شخص تھا۔ نفرت میں بدل گئی۔ جو مذہبی تنگ نظری

[1] یعنی یسوع خداوند

اور جنون کا نتیجہ ہوتی ہے اس لئے یہودیوں نے اس کتاب کو بیہ جان کر رد کیا کہ وہ ایک مسیحی شہید کی تصنیف ہے۔ اور مسیحیوں نے اسے اس بنا پر عموماً نظر انداز کیا۔ کہ اس میں بہت کم ایسی تعلیم تھی جو امتیازی طور پر مسیحی تھی۔ چھوٹے سے حلقہ میں اس کی قدر تھی۔ اور جب یعقوب کے نام نامی سے اس کی نسبت قائم ہو گئی۔ تو اسے اپنی اصلی جگہ مل گئی[1]"

پہلی آیت میں جو خطاب ہے۔ اس سے قدرتی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خط یہودیوں کے نام لکھا گیا۔ اِس خط میں کئی پیرگراف ایسے ہیں۔ جن میں یہ بات مانی ہوئی ہے۔ کہ پڑھنے والے وہ واقفیت رکھتے ہیں۔ جو صرف یہودیوں کا ہی حصہ ہے۔ مثلاً ۱: ۱۰ میں پھول کے سوکھنے کا جو اشارہ ہے۔ ایک یہودی فوراً یہ سمجھ لے گا۔ کہ یہ یسعیاہ کی طرف اشارہ ہے۔ آیت ۲: ۱ میں جلال کی طرف جو اشارہ ہے اس میں (*Shekinah*) کا خیال ہے۔ جسے یہودی سمجھ سکتا ہے۔ ۲: ۸-۱۱ ایسے آدمیوں کے لئے لکھا گیا ہے۔ جو موسوی شریعت کو مانتے ہیں۔ یعقوب نے آزادی کی شریعت کے بارے میں جو کچھ کہا ہے۔ اُس کا تعلق خاص طور پر اُن لوگوں سے ہے جو شریعت کے جوئے کو محسوس کرتے تھے یعنی یہودی۔ ہمارا باپ ابراہام کا استعمال اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ خطاب ایک یہودی یہودیوں سے کر

---

[1] *Peake's Commentary on the Bible*

J. H. Moulton on 'James' p. 903

رہا ہے۔ یعقوب نے زمین اور آسمان کی قسم کھانے کے متعلق جو کچھ کہا ہے
اُس کا اشارہ خاص یہودیوں سے ہے۔ ۵:۵ میں ذبح کے دن کی
طرف جو اشارہ ہے۔ وہ ایک ایسا فقرہ ہے۔ جو یرمیاہ نے یوم عدالت کے
لئے استعمال کیا ہے۔ اس لئے یہودی اس کو سمجھ سکتے تھے۔ یہودی روایات
کا بھی مثالوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ جن سے ایلیاہ کی مثال میں دعا کی
قوت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور یہ بات صرف یہودی ہی سمجھ سکتے تھے۔
اور اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ مصنف کا خطاب ایسے لوگوں سے
ہے۔ جو غیر الہامی روایات کے علم میں اُس کے شریک ہیں۔ غیر قوموں
کو زناکار کہنا بالکل بے معنی ہوگا۔ لیکن یہ بات یہودی فوراً سمجھ لیتے ہیں
کیونکہ وہ انبیاء کے صحیفوں کو پڑھنے کے عادی تھے۔ اور وہاں اسرائیل
کی بت پرستی کو زناکاری کہا گیا ہے۔

"یہ خط ایسی جماعتوں کے نام لکھا گیا ہے جن میں زندگی کے عام رشتوں
پر خاص پابندیاں لگی ہوئی تھیں۔ خاندان۔ غلاموں۔ جنسی بے
قاعدگیوں یا شراب خوری کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ اُس گزرے
ہوئے زمانہ کی طرف بالکل کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ جس میں بت
پرستی کی جاتی تھی اور نہ اُن آزمائشوں کی طرف جو بت پرستی کے ساتھ
علاقہ رکھنے سے آسکتی تھیں یہ سب کچھ اس بات کی دلیل ہے کہ پڑھنے
والے غیر قوم نہیں بلکہ یہودی ہیں۔"[1]

---

1. The Thought of St. James A. T. Cado
p. 12, James Clarke.

پس یہ امر یقینی ہے کہ یہ خط یہودیوں کو لکھا گیا۔ گو یہ ممکن ہے کہ مصنف
کے ذہن میں وہ یہودی ہیں جو مسیحی نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اُس کا پیغام اُن
یہودیوں کے لئے بھی ہے جو مسیحی بن چکے تھے۔ اور یہ بھی گمان ہے۔ کہ جن
لوگوں کے نام وہ خط لکھ رہا تھا۔ یہ مسیحی اُن کا حصہ تھے۔ یہ بات ہمیں
اُن ملامتوں کے موازنہ میں ملتی ہے جو چوتھے باب اور ۵: ۱-۶ میں
آئی ہیں۔ ان ملامتوں کا اطلاق بے شک اُن یہودیوں پر ہوتا ہے۔
جو غیر مسیحی ہیں۔ لیکن نصیحتیں اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لا چکے
ہیں۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اِن نصیحتوں میں مصنف اُن معاملات
کو دہرا رہا ہے جن کے متعلق وہ پہلے بحث کر چکا ہے لیکن یہاں وہ
اِن معاملات پر خاص طور مسیحی طریقے سے بحث کرتا ہے۔ اس میں یہ
اشارہ ہے۔ کہ خط میں زیادہ تر اُسے یہودی مدِ نظر ہیں۔ لیکن
اس خط کو وہ اُن یہودیوں کے لئے ایک پیغام کے ساتھ ختم کرتا
ہے جو مسیحی بن چکے ہیں۔

ج: خط کی تاریخ اور موقعہ

اگر خط کو یعقوب ہمارے خداوند کے بھائی کی تصنیف تسلیم کر لیا
جائے۔ تو یقیناً اِس خط کی تاریخ کوئی پہلے کی ہے۔ سماجی حالات جن کا اشارہ
اس خط میں پایا جاتا ہے ایسے ہیں جو فلسطین میں روم کے ساتھ جنگ
۶۶ء سے پہلے پائے جاتے تھے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ یہ حالات ایسے تھے جو اُس زمانہ
میں پائے جاتے تھے۔ جب کہ خداوند یسوع اس زمین پر تھے جن برائیوں
کی مذمت کی گئی ہے۔ عین وہی ہیں جن کی مذمت خداوند یسوع نے کی
ہے۔ سلام دعا میں سادگی اور صرف ایلڈروں کے کلیسیا کے عہدیدار

ے ذکر میں بھی کسی پہلی تاریخ کا اشارہ پایا جاتا ہے۔
لاوند کی آمد کا اس طور پر ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ وہ کوئی ایسی
ے جو جلد ہونے والی تھی۔ اور اس کا اشارہ بھی کسی پہلی (قدیم)
ی طرف ہی ہے۔ اگر خط عام طور پر یہودیوں کے نام لکھا گیا۔ اور جیسا
یکھ چکے ہیں۔ کہ یہ بات بہت ممکن ہے ورنہ صرف غیر مسیحی یہودیوں کو بلکہ
ہودیوں کو بھی تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ اس وقت سے پہلے لکھا گیا۔
ہ یہودی جو خداوند یسوع کے پیرو تھے دوسرے یہودیوں سے
لگ (قطع تعلق) رہنے پر شاکر ہو گئے تھے۔ اور یہ قطع تعلقی ۶۲ء میں
ب کی شہادت کے بعد بالکل واضح ہو گئی تھی۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ
س تاریخ سے پہلے لکھا گیا۔
جب پولُس اور برنباس کو غیر قوموں میں بشارت کے لئے مخصوص کر
یا۔ تو ممکن ہے کہ یروشلیم کے لیڈروں نے یہودیوں ہی میں کام کرنے پر
ت کی۔ پولُس کی تبلیغ کی ابتدا ایک نئی شے ہے۔ یہ ایک ایسا کام تھا۔ جو
یم کی کلیسیا نے شروع نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اس قسم کا کوئی کام کبھی
رع نہیں کیا تھا۔ نہ تو پولُس کی تبلیغی کوششوں سے پہلے اور نہ اس
عد اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہودیوں میں کام کیا اور ہر سال
دیوں کی ایک بھاری تعداد عیدوں کے لئے اور خاص طور پر عید
کے لئے مختلف ممالک سے یروشلیم میں جمع ہو جاتی تھی۔ اس کا مطلب
ا کہ یروشلیم کے لیڈر یروشلیم کو چھوڑے بغیر ان بہت سے یہودیوں کو
سکتے تھے جو بحیرہ روم کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔
لیکن جب یہ یہودی واپس اپنے گھروں کو جاتے تو ان میں سے

بعض ایمان لے آئے ہوتے۔ اور دوسروں کو مسیحی خوشخبری سے دلچسپی پیدا ہو
گئی ہوتی تھی۔ ان لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا ذریعہ اور ان لوگوں کے ساتھ
جو ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے راہ و رسم پیدا کرنے کا وسیلہ خط ہی تھے۔ بالکل
اُسی طرح جس طرح پولُس رسول نے بعد میں کیا۔ اور یہودی جو یروشلیم
آتے تھے اور جو کچھ سنتے تھے اُسے اپنے دل میں لے جاتے اگر انہیں کوئی مستند
خط دستیاب ہو جاتا تو اور بھی اچھا ہوتا تھا۔ یعقوب کا خط ایسا خط دکھائی
دیتا ہے۔ اس قسم کے خطوط کے لکھے جانے کا امکان اُس گشتی خط کے بیان
سے اور بھی ثابت ہوتا ہے۔ جس کا ذکر اعمال ۱۵: ۱۳-۲۹ میں، پایا جاتا ہے
پس اس کے لکھے جانے کا موقع اور اس کے لکھے جانے کی وجہ یہ تھی۔

د۔ خط کا ڈھانچہ:۔

بعض اوقات یہ کہا گیا ہے۔ کہ اس خط میں بے ربطگی اور بے اسلوبی
پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ اور اے۔ ٹی۔ کیڈاؤ نے اشارہ
کیا ہے کہ اگر خط کے مضمون کا جوڑ توڑ کر کے دیکھا جائے تو خط کا ڈھانچہ ظاہر
ہو جائیگا۔ اور یہ بھی پتہ لگیگا کہ وہ باربط مضمون ہے۔ جو ایک ہی دماغ کی
پیداوار ہے۔ اور جس کا ایک ہی مقصد ہے۔ ڈاکٹر کیڈاؤ نے جوڑ توڑ کی
جو سکیم پیش کی ہے۔ وہ یوں ہے:۔
آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس میں چار حصے ہیں اور ہر حصے کے پھر چار
حصے ہیں۔ پہلے دو حصوں میں سے ہر ایک میں تشریح ہے۔ غلطی کا پہلے
پیش نظر خبردار کیا گیا ہے۔ اندرونی زندگی کے معاملے میں اختیار
اور ایک اور احتیاط کہ انسان کی خدا کے لئے زندگی کیسی ہوئی ہے

... چاہیے۔ تیسرے اور چوتھے حصوں میں سے ہر ایک میں چار پیرے
... ہیں۔ تیسرا حصہ ایسا ہے جس میں چار مثالیں درج ہیں۔ اور
... چوتھا حصہ وہ ہے جس میں چار تلقینیں درج ہیں۔

... - باب ۱: ۲-۱۲ آزمائشیں۔
... - ۱۳-۱۸ - آزمائشوں کے متعلق غلطی کرنے کے بارے میں تنبیہ
... ج - ۱۹-۲۵ - اندرونی سچائی کے قبول کرنے کے بارے میں احتیاط
... - ۲۶-۲۷ - خدا کے لیے زندگی کے متعلق احتیاط۔

... - باب ۲: ۱-۱۳ - ایمان۔
... ب - ۲: ۱۴-۲۶ - ایمان کے متعلق غلطی کرنے سے احتیاط۔
... ج - باب ۳: ۱-۱۲ - گپ کے بارے میں خبرداری کہ یہ شے اندرونی
اور سماجی زندگی کو تباہ کرنے والی ہے۔
... - باب ۳: ۱۳-۱۸ - اُستادوں کو تنبیہ دانائی کے بارے میں۔

... باب ۴: ۱ - باب ۵: ۶ - چار ملامتیں
... باب ۵: ۷-۲۰ - چار تلقینیں۔

... : - اس خط کی خصوصیات

... نئے عہد نامہ میں اور کوئی کتاب نہیں جو خداوند یسوع کی تعلیم کی یاد ... تازہ کرتے ہیں۔ اِس کے برابر ہو جیسا کہ ہم کتاب پر مفصل بحث کے دوران ... دیکھیں گے۔ خداوند کے اقوال سے بار بار حوالہ دیا گیا ... ان کے خیال کو لفظوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ جو اقتباس تو نہیں ہیں ... ان کو سنتے ہی ہمیں خداوند کی تعلیم یاد آجاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ... خط میں دولت۔ دعلت کے خطرات۔ گپ شپ کے خطرات اور

زندگی میں ایک مقصد ہونے کی اہمیت کے متعلق وہی رویہ ہے۔ جو خداوند یسوع کا بھی تھا۔ عملی بمقابلہ الہیاتی رسائی اور دلچسپی عین وہی ہے جو خداوند یسوع کی تھی۔

ایک دولتمند کا مقابلہ خودرو کے پھول کے ساتھ جو بہت مرجھا جاتا ہے۔ فوراً ہمیں خداوند کے اس قول کی یاد دلاتا ہے "سلیمان اپنی ساری شان و شوکت کے باوجود ان میں سے ایک کی مانند پوشاک نہ پہنے تھا۔ جو آج ہے مگر کل تنور میں جھونکی جائے گی"۔ جو کوئی کلام کا سننے والا ہو اور اس پر عمل کرنے والا نہ ہو۔ خداوند کے اس قول کی یاد دلاتا ہے۔ "ہر ایک جو میرا یہ کلام سنتا ہے۔ مگر اس پر عمل نہیں کرتا"۔ "کیا خدا نے اس جہان کے غریبوں کو ایمان میں دولتمند اور اس بادشاہی کے وارث ہونے کے لئے برگزیدہ نہیں کیا جس کا خداوند نے اپنے محبت کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے"۔ مقدس لوقا کی اس مبارک بادی کی یاد دلاتا ہے۔ "مبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ خدا کی بادشاہی تمہاری ہے"۔ یا اس جملہ کی جو اس عالم شرع کو کہا گیا جس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ خدا اور اپنے پڑوسی کی محبت سب سے بڑے حکم ہیں۔ "کیونکہ جس نے رحم نہیں کیا اس کا انصاف بغیر رحم کے ہوگا"۔ ہمیں بے رحم نوکر کی تمثیل کی یاد دلاتا ہے۔ "اے میرے بھائیو! تم میں سے بہت سے استاد نہ بنیں"۔ ربی کہلانے کی خواہش کی مذمت کی یاد دلاتا ہے۔ درخت اور اس کے پھل کی دلیل یعقوب بھی اسی طرح استعمال کرتا ہے۔ جس طرح خداوند یسوع نے کی اس بات کی تصدیق کے لئے کہ اعمال سے آدمی کی پہچان ہوتی ہے۔ لیکن تشبیہ اور

یں فرق ہے" دانائیاں۔ ایک جو اُوپر سے نہیں ہیں یہ قول یاد
ہے"۔ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا
تصلیح کرانے والوں" کو پڑھنے سے مبارکباد! زر کے صلح کرانے والے
تے ہیں"۔ اے زنا کرنے والیو" میں وہی تشبیہ استعمال ہوئی ہے جو اِس
ں استعمال کی گئی ہے" اِس زمانے کے بُرے اور زناکار لوگ
ی طلب کرتے ہیں"۔ یعقوب توبہ کی تشریح نظریں نیچے رکھنے سے
ہے۔ اس سے ہمارا ذہن اُس محصول لینے والے کی طرف جاتا ہے۔
ل میں دُعا مانگنے گیا اور اُس نے اتنی جرأت بھی نہ کی کہ آسمان
رف آنکھ اُٹھا کے دیکھ سکے"۔ "تو کون ہے۔ جو اپنے بھائی پہ الزام
اتا ہے" اِس آیت کی یاد دلاتا ہے۔ عیب جوئی نہ کرو تاکہ تمہاری
عیب جوئی نہ کی جائے۔ تمہارا مال بگڑ گیا اور تمہاری پوشاکوں
کھا گیا۔ تمہارے سونے چاندی کو زنگ لگ گیا"۔ "جہاں کیڑا
زنگ خراب کرتا ہے" کی یاد دلاتا ہے۔ یعقوب اپنے پڑھنے
ں کو (بھائی۔ بھائیوں) سے خطاب کرتا ہے۔ لیکن اُن کو جو
کے اور زناکار ہیں اور جو دولت کی خاطر جیتے ہیں۔ اور غریبوں
م ڈھاتے ہیں۔ اِس خطاب سے یاد نہیں کرتا۔ اِس سے ہمیں
وند کے یہ لفظ یاد آتے ہیں۔ کیوں کہ جو کوئی میرے آسمانی
ی مرضی پہ چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔
وند کی آمد کا فصل کے پکنے کے ساتھ جو عام طور پہ مقابلہ کیا جاتا
عین اسی طرح کی مثال خداوند نے گندم کی فصل کی تمثیل میں
تعمال ہے۔ قسم نہ کھانے کے خلاف یعقوب قریب قریب خداوند کے

ہی الفاظ دُہرا دیئے ہیں۔ جیسا کہ وہ اناجیل میں درج ہوئے ہیں نئے
عہد نامہ میں لفظ "جہنم" یا تو اناجیل میں استعمال کیا گیا ہے یا اس خط میں۔
مقدس یعقوب کا خط پرانے عہد نامہ کے نبیوں کے اُسلوب کی
یاد دلاتا ہے۔ اور خاص طور پہ پچھلے دو حصوں میں (باب ۴۔ ۵)
یعقوب جس طرح ناجائز فائدہ اُٹھانے اور بے انصافی کی مذمت کرتا
ہے۔ وہ طریقہ عین وہی ہے جو عاموس کا۔ اور غربا کو ستانے والوں
کے خلاف جس غصہ کا اظہار کیا گیا ہے وہ عین عاموس کی طرح ہے۔
یعقوب نبیوں کی طرح آتش زبان اور جوشیلا طرزِ بیان اختیار کرتا
ہے۔ جس طرح وہ بلا لاگ لپیٹ مجائی کی مذمت کرتے تھے۔ اسی
طرح یعقوب کرتا ہے۔ سچے مذہب اور زندگی کی پاکیزگی کے لئے
اُس کے دل میں وہی ذوق شوق ہے۔ ظاہری رسوم کے لئے جن
کو حقیقی مذہب سے کوئی واسطہ نہیں اُس کے دل میں وہی نفرت ہے۔
وہ براہِ راست انبیاء کے ساتھ ہے۔

۳۔ یہ خط کوئی الٰہیات کا مقابلہ نہیں ہے۔ یہ عملی نصیحت ہے۔ جس
کا تعلق روزمرّہ زندگی کے مسائل سے ہے اور اس لحاظ سے پھر
یہ ہمیں خداوند اور اُس کی تعلیم کی یاد دلاتا ہے۔ یعقوب کو یہ فکر
ہے۔ کہ وہ پڑھنے والوں کو اُن مشکلات کے حل میں مدد دے جو

انسان کو چاروں طرف سے گھیرے رہتی ہیں اُسے اس بات
روا نہیں کہ وہ الہیاتی نقطۂ نظر اور الہیاتی مسائل کے بارے
بحث میں پڑے۔ اناجیل کے بعد نئے عہد نامہ میں یہ سب
زیادہ عملی کتاب ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ یعقوب کا نقطۂ خیال
ی ہے۔ جیسا کہ یسوع خداوند کا تھا۔ یسوع نے یہودی خیال
ترقی میں نبوی زور دار طرزِ بیان پر زور دیا۔ یہ شے پولس
کلام میں موجود نہیں۔ یعقوب یسوع خداوند کی پیروی کرتا ہے۔
س لئے وہ قربانی کے مقابلہ میں رحم پر زور دیتا ہے اور اس
ت پر زور دیتا ہے۔ کہ خدا معاف کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا
ے۔ وہ عدالتی یا منصفانہ انداز کو بالکل نظرانداز کرتا ہے اور پولس
خیالات میں اس کی کثرت ہے۔

م ۔ اس کا طریقہ ایسا ہے گویا پردہ میں یہودیوں کے سامنے مسیحیت
متعلق ایک معذرت پیش کی گئی ہے۔ یہ یہودیت پر سیدھا حملہ نہیں
مسیحیت کے لئے ایک سازگار فضا پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ لوگوں
ے دل میں جستجو پیدا کرتا ہے۔ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ کہاں یہودیت
ر شریعت ناکافی ثابت ہوتی ہیں۔ یعقوب یہ واضح کرتا ہے۔ کہ یہ بات
ہ خدا کی خوشنودی کسی شخص کی دولت مندی سے ظاہر ہوتی ہے ٹھیک
نہیں یہ ایک ایسا خیال ہے جس پر ایوب اور دوسرا یسعیاہ پہلے ہی
سوال اُٹھا چکے ہیں۔ اور وہ یہ دکھاتا ہے کہ آزمائشیں اور سختیاں
دا کے طریقے ہیں۔ جن کے ذریعے خدا لوگوں کی ہدایت کرتا ہے۔ اس
ے اس جذبہ کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جو مسیح مصلوب پر ایمان

لانے کے خلاف پایا جاتا تھا۔ اور جو یہودیوں کے لئے اس قدر ٹھوکر کا موجب تھا۔
خط کا مقصد مسیح کے دعووں کو پیش کرنا یا اُس کے متعلق واقفیت
بہم پہنچانا نہیں۔ اِس کا مقصد اعتراضوں کو دور کرنا اور ایمان کا
چال چلن اور شخصیت پر اثر ظاہر کر کے دلچسپی پیدا کرنا ہے اور "میں
اپنے اعمال سے تجھے اپنا ایمان دکھاؤں گا"۔ اگر اس کے غیر مسیحی ناظرین
اور سامعین کے دل میں شوق جستجو پیدا ہو گیا۔ تو خط کو لانے والے
بہت کچھ بتا سکتے تھے۔ اور اگر اس سے بھی کچھ زیادہ کی ضرورت
پڑتی تو یروشلیم کا سفر اس مقصد کو پورا کر دیتا۔ اس مقصد کا
سارے خط پر اثر ہو گا۔ اور جس وقت اس کا خطاب مسیحی سے
ہے۔ اُس وقت بھی دوسروں کو یاد رکھنا لازم ہے۔ پس جو کچھ
ظاہر کیا گیا ہے۔ مقصد اُس سے کہیں زیادہ ہے۔ نیز اُس کی
قوم اسرائیل ہے۔ اور اُس کا مسیح اسرائیل کا مسیح ہے۔ پس اُس کا
مسیحی یہودیوں سے خطاب قوم کے حصے کی حیثیت سے موزوں
ہو سکتا ہے۔ مسیحی اور غیر مسیحی یہودی دونو میرے بھائی ہیں

اسی لئے یعقوب نارواداری اور مذہبی مناظرہ کے خطرے پر بہت
زور دیتا ہے۔ اُس کے ساتھی یہودی سچائی کو اُس وقت تک نہیں پا سکتے۔
جب تک وہ روادار نہ ہوں۔ اور اس کی ظاہرا[1] انسانی زبان پر قابو ہے۔

---

1. The Thought of St. James   A. T. Cadoux
p. 44 James Clarke.

اگر مجموعی طور پر لیا جائے۔ تو خط طریقہ کے لحاظ سے خداوند کی تمثیلوں سے ملتا ہے۔ اس میں کسی قسم کا دباؤ نہیں۔ وہ سچائی کو سمجھانے کے طریقے سے پیش کرتا ہے اور یہ سوال کرتا ہے "تم کیا خیال کرتے ہو؟" اور جواب پڑھنے والوں پر چھوڑ دیتا ہے۔

تفسیر

دعا سلام:- پہلا باب پہلی آیت:- دعا سلام ایک طریقہ ہے۔ جو نجی اور عام خطوط میں استعمال کیا جاتا تھا "خدا کے ..... بندہ" ایک ایسی اصطلاح ہے۔ جو مذہبی لیڈروں اور نبیوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی یہ ممکن ہے اور خاص طور پر اس صورت میں جبکہ یہ نظریہ تسلیم کر لیا جائے کہ خط کس کو لکھا گیا (یعنی غیر مسیحی یہودیوں کو) کہ الفاظ "خداوند یسوع مسیح کے" بعد میں اضافہ کئے گئے۔ جبکہ مسیحی اس خط کو استعمال کرنے لگے۔ یہ خط اُن یہودیوں کے نام لکھا گیا۔ جو فلسطین میں نہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں رہتے تھے۔

حصہ لے: باب ۱: ۲-۲۷

۱- آزمائشوں اور مشکلات کی تشریح:-

آزمائشوں کو خوشی کی بات سمجھنے کی تلقین کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یعقوب ستوئیقی اخلاقیات سے واقف تھا۔ جن میں آزمائش اور مشکل کے پیش نظر خوشی پر زور دیا گیا ہے یہ خوشی ایک اخلاقی خوبی تھی۔ یعقوب اس کو مذہب کا رنگ دے دیتا ہے۔ (دیکھئے ۱ پطرس ۱: ۶)

یہاں ہمیں آزمائش کے مقابلہ میں وہی خوشی کا خیال دکھائی دیتا ہے۔ مبارکبادیاں بھی ملاحظہ ہوں (متی ۵: ۱۰-۱۱) آزمائشوں سے مراد عام مشکلات ہیں۔ جب ہم مشکلات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں محسوس ہونا چاہئے۔ کہ یہ خدا کی مرضی ہے کہ ہم ایسا کریں۔ اس لئے ہمیں آزمائشوں کا مقابلہ خندہ پیشانی سے کرنا چاہئے۔

آئت ۳:- ہمیں آزمائشوں کے وقت کیوں خوشی منانی چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ زندگی میں چال چلن ایک نہایت اہم شے ہے۔ فارغ البالی اور پُرامن زندگی اہم نہیں۔ اس لئے جب ہم ایسے تجربوں میں سے گذرتے ہیں۔ جن سے ہمارے چال چلن کی نشوونما ہوتی ہے۔ تو ہمارے لئے خوشی اور اطمینان کا موقعہ ہے۔ گو آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کی تربیت اور ضبط ہمیں کٹھن معلوم ہو لیکن یہ ہمیں خدا کے قریب لا رہا ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ یہاں "آزمائش" کیا گیا ہے۔ اس کے اصلی معنی کچھ اور ہیں۔ ان معنوں کی رُو سے اس آیت کے معنی یہ ہوں گے۔ "تم کو یقین ہونا چاہئے کہ تمہاری مذہبی زندگی میں جو قدر و قیمت کی شے ہے۔ اس سے استقلال اور صبر پیدا ہوتا ہے"۔ زندگی میں آزمائشیں ہماری صبر اور استقلال کی قوتوں کو بروئے کار لاتی ہیں۔ اُن سے ہمیں صبر اور دلیری کی تربیت ملتی ہے۔

آئت ۴- اگر ہم اس تربیت اور امتحان کو صحیح معنوں میں لیں۔ تو اس کا نتیجہ کامل طور پر ترقی یافتہ شخصیت ہوگی جس میں نہ کوئی نقص اور نہ کوئی دھبا ہوگا۔ وہ جو ثابت قدم اور مستقل مزاج (صابر) ہیں۔ ہر قسم کے صورت حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ صبر سے ہم ایسا

چال چلن پیدا کرتے ہیں جس میں کوئی نقص یا کمی نہیں ہوتی۔
آیت ۵:۔ حکمت سے مراد وہ دانائی اور عملی علم ہے جو ہمیں خُدا کی طرف سے ملتا ہے اور جس سے آدمی میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جان لے کہ اُس کو کس طرح عمل کرنا ہے۔ اِس کا مطلب علم و فضل نہیں۔ بلکہ یہ ایک الٰہی بخشش ہے۔ جس کے طفیل انسان راستبازی کو سمجھتا ہے اور اُس پر عمل کرتا ہے اور راستبازی سے مراد خُدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ وہ ایسا اپنی شخصی زندگی اور دوسروں کے ساتھ اپنی تعلقات میں کرتا ہے۔

جیسے جیسے ہمارا چال چلن ترقی کرتا ہے۔ یہی وہ حکمت ہے جس کے لئے ہمیں دعا مانگنا ہے۔ خدا ہمیشہ ہمیں دینے کے لئے تیار ہے اور وہ ایسا کرتے ہوئے ہماری پچھلی گمزوریوں کو سامنے نہیں لاتا۔ اور نہ ہمیں اِس بات کے لئے ملامت کرتا ہے۔ کہ ہم اُن معیاروں تک پہنچنے سے قاصر رہے۔ جو اُس نے ہمارے لئے مقرر کئے ہیں بخشش کے لئے خدا کا جو رویہ ہمارے ساتھ ہے۔ اُس میں دریغ یا نارضامندی کا کوئی اشارہ نہیں ہے۔ (اس کا مقابلہ اُس تاکید کے ساتھ کیجئے جو یسوع خداوند نے اس بات کے لئے کی ہے۔ کہ خُدا ہمیں دینے کے لئے ہر وقت تیار ہے متی ۷:۷)
آیت ۶:۔ جب ہم خدا سے کوئی برکت چاہتے ہیں۔ تو ہم یک دل ہوں۔ ہمیں خُدا پر پُورا ایمان ہونا چاہئے۔ اِس خط کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اِس میں زندگی میں یک دلی اور اصلی معنوں میں ترقی یافتہ شخصیت کی یگانگت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اِس کا مقابلہ خداوند کی تعلیم سے کیجئے۔ جہاں آپ نے فرمایا ہے کہ دُعا مانگتے وقت دل میں کسی قسم کا

شک نہ ہو (مرقس ۱۱:۲۳۔ نیز لیجیاہ ۵۷:۲۰ کا مطالعہ کیجئے جہاں اسی مقصد کے لئے ایک شخص کا جس کی شخصیت اچھی طرح ترقی یافتہ نہیں سمندر سے مقابلہ کیا گیا ہے۔)
آیت ۸:۔ وہ جس شخص کا مقصد زندگی میں ایک نہیں ہے۔ جو کبھی ایک نصب العین کی پیروی کرتا ہے۔ کبھی دوسرے کی۔ اُس زندگی میں کوئی قوت نہیں۔ قابلیت نہیں۔ اور اس کا اثر اُس کی زندگی کے ہر پہلو پر پڑتا ہے۔
آیت ۹:۔ آزمائشوں کے وقت خوشی حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہاں بتایا گیا ہے۔ ایک آدمی کو جو مفلسی کی زندگی گزارتا ہے اور اُن تمام سختیوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ جو روپے کی کمی کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ خُدا کی نظر میں بلند مرتبہ حاصل ہے۔ دنیا میں مجلسی یا مالی طور پر اُس کا درجہ کتنا ہی پست کیوں نہ ہو۔ لیکن کسی لحاظ سے بھی وہ خدا کی نظر میں کم درجہ نہیں رکھتا۔ اُس کو خُدا کی طرف سے وہ دولت ملی ہے۔ جس کے مقابلہ میں دُنیا کی سب چیزیں ہیچ ہیں۔ اُس کی خُوشی کا سبب یہی ہے۔ اُس کے لئے یہ خطرہ بہت کم ہے کہ وہ خدا اور دولت دونوں کی خدمت کرنے کی آزمائش میں پڑے۔
آیت ۱۰:۔ لیکن دولت مند شخص کے لئے یہی حقیقی خطرہ ہے۔ اِس خط کی ایک اور خاص بات وہ تنبیہیں ہیں۔ جو دولت مندوں کو کی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ خداوند کے اُس رویہ کا مقابلہ کیجئے۔ جو اُس نے دولت مندوں کے ساتھ اختیار کیا۔ اور اُن لوگوں کے ساتھ جو اپنی دولت پر بھروسہ رکھتے تھے۔

دولت مند کے لئے اس میں خوشی کا مقام ہے کہ اُسے دنیوی نقطۂ نظر

سے اپنے آپ کو پست کرتا ہے۔ وہ ایک ایسی برادری کا شریک بن جاتا ہے جہاں اُس کی دولت کوئی قدر نہیں رکھتی۔ اُسے اِس بات پر خوشی منانا ہے کہ اُس کو ایسی چیزوں پر بھروسہ رکھنے سے رہائی دلائی جاتی ہے۔ جو گم ہو جانے والی ہیں۔ اور جو دائمی قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔

آئت ۱۱:۔ دولت مندوں کی وہ دولت جاتی رہے گی۔ جن کی اُنہیں اِس قدر فکر ہے۔ یعقوب کہتا ہے۔ کہ دولت مند اپنی راہ پر چلتے چلتے خاک میں مل جائیگا۔ اِس سے ایسا دکھائی دیتا ہے۔ کہ یعقوب کو وہ دولت مند تاجر پیش نظر ہیں۔ جو سفر کرتے اور کاروبار سے روپیہ کماتے تھے۔ خُدا اِن لوگوں کی عدالت کریگا۔ اگر وہ اپنی دولت کی غلامی سے رہا ہو جائیں۔ تو اُنہیں خوشی منانی چاہیئے۔

آئت ۱۲:۔ آخر میں یہ کہ مشکلوں کا مقابلہ کرنے سے ہماری خُدا کے ساتھ وفاداری اور محبت کا اظہار ہوتا ہے اور اس کا انعام خُدا کے ساتھ زندگی میں ملیگا۔

۲۔ آزمائشوں کے متعلق غلطی کھانے کے خلاف تنبیہ۔ باب ۱: ۱۳-۱۸

آئت ۱۳:۔ خُدا ہمیں کبھی ایسی آزمائشوں میں نہیں ڈالتا جن سے ہمیں بدی کرنے کی ترغیب ہو۔ یہ خدا کی طبیعت کے خلاف ہے۔ جب ہمیں آزمائش پیش آتی ہے۔ تو شاید ہم اپنی کمزوری کی یہ وجہ بیان کریں۔ کہ خُدا نے ہمیں ایسے حالات میں ڈالا جو ہمارے لئے نہایت کٹھن تھے اور کہ اِس لئے آزمائش میں گر جانے کی زیادہ ذمہ داری خُدا پر ہے۔ پولس رسول اس عذر کا جواب ا کرن ۱۰: ۱۳ میں یوں دیتا ہے۔ کہ خُدا اُن لوگوں کے لئے جو اُس پر ایمان رکھتے ہیں کبھی زندگی محال [illegible]

اِس کا ذمہ دار خُدا نہیں۔ بلکہ خود ہم اِس کے ذمہ دار ہیں۔ قصور ہمارا ہے۔

آیت ۱۴:۔ آزمائش میں گر جانے کے ہم آپ ذمہ دار ہیں۔ اور آزمائش کا سرچشمہ خود ہماری اپنی ذات میں ہے۔ بُرائی کرنے کی خواہش ہمارے اپنے دل میں ہے۔ لیکن ہمیں نیکی یا بدی چُننے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اگر ایک آدمی بدی کرنا چاہتا ہے اور وہ اس خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ تو اِس کی ذمہ داری سوائے اس کے اور کسی پر نہیں۔ طامس اے کیمپس کی کتاب تقلیدِ مسیح "Imitation of Christ" میں اس عمل کی تشریح یُوں کی گئی ہے:۔ "پہلے پہل ذہن میں ایک سادہ خیال آتا ہے۔ پھر تخیل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ پھر خوشی ہوتی ہے۔ پھر بُری تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور آدمی بُرائی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یعقوب کا مطلب یہی ہے۔ ہم اپنے سامنے ایک بُری خواہش رکھتے ہیں۔ اس کے بارے میں سوچتے ہیں۔ ہماری مرضی مغلوب ہو جاتی ہے اور ہم گناہ کرتے ہیں۔

آئت ۱۵:۔ آزمائش سے مغلوب ہو جانے کا نتیجہ گناہ ہے۔ آزمائش میں پڑنا گناہ نہیں ہے۔ گناہ اُس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ ہم آزمائش میں گر جاتے ہیں۔ اور اُس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ گناہ کا انجام روحانی موت ہے۔ یعنی خُدا سے جدائی یا دوری۔ پس خدا سے دُور ہو جانے کا ذمہ دار خود انسان ہے۔

آئت ۱۷:۔ ہماری طبیعت یا سرشت جو ہمیں خُدا کی طرف سے ملتی ہے اُسے خُدا نے بُرا نہیں بنایا۔ بلکہ اِس کے برعکس جو کچھ ہمیں دیا جاتا ہے۔ وہ نیک (اچھا) ہے۔ اور ہماری تمام قابلیتیں بے نقص

ہیں۔ (یہ ترجمہ "کامل انعام" سے بہتر ہے) یہ قابلیتیں خُدا کی طرف سے ہیں۔ جو نوروں کا باپ ہے۔ اِس فقرہ سے ایک پارسا یہودی کو وہ فقرہ یاد آجاتا ہوگا۔ جو ہر صبح یہودیوں کی دُعاءِ طہارت" میں آتا تھا۔ "مبارک ہے تو خداوند آسمانی نوروں کے خالق۔ خُدا بے تبدیل ہے اور رہےگا اور ہمیشہ ہمیں نور بخشتا ہے اُس کی طرف سے انسان پر بُرائی کا کوئی سایہ نہیں پڑتا۔ کوئی شے جو اُس کی طرف سے ہے۔ ہمیں گمراہ نہیں کر سکتی۔ اور جو قوتیں وہ ہمیں بخشتا ہے۔ وہ بُرائی سے پاک ہیں۔ انسان کے اعمال میں جو بدعنوانیاں اور لغزشیں ہوتی ہیں اُن کے لئے انسان خود ذمہ دار ہیں۔ اُس بخشش کی بنا پر نہیں۔ جو اُس کی طرف سے ملتی ہے۔ جو لاتبدیل ہے۔

آیت ۱۸:۱۔ اس بات پر زور دینے کے لئے یعقوب کہتا ہے کہ جس مقصد کے لئے خُدا نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم اُس کے بیٹے اور بیٹیاں ہوں۔ ہم خُدا پر کس طرح شک کر سکتے ہیں۔ اُس کی مرضی یہ ہے۔ کہ جو کچھ اُس نے ہمیں دیا ہے وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے استعمال ہونا چاہئے۔ اس لئے وہ ہمیں نیکی کرنے کے لئے ملی ہیں۔ نہ کہ بدی کرنے کے لئے۔ اصلی زندگی خُدا کے ساتھ شروع ہوتی ہے اور ہم اُس کی مرضی سے اُس زندگی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اُس مقصد کے اعتبار سے جو خُدا ہمارے لئے رکھتا ہے۔ روحانی طور پر ہم دوبارہ پیدا ہوتے ہیں۔ اگر آزمائش اور بدی اور بدی کی ذمہ داری خُدا پر ہو۔ تو وہ خود ہی اُس مقصد کو پورا ہونے سے روک رہا ہے یعنی اُس مقصد کے فوت ہو جانے کی ذمہ داری بھی اُس ہی پر ہے۔ جب انسان عمل کرتا

ہے۔ تو اُس کا نتیجہ گناہ اور موت ہے۔ جب خدا عمل کرتا ہے۔ تو اُس کا نتیجہ زندگی ہے۔ اور ہم دُنیا میں خُدا کے تخلیقی عمل کی بہترین پیداوار بن جاتے ہیں

۳۔ تنبیہ کہ اندرونی سچائی کو قبول کر لینے کے بعد کس قسم کی زندگی ہونی چاہیئے۔ باب ۱: ۱۹-۲۵

خُدا اپنے کام میں ہمارا تعاون چاہتا ہے۔ اگر ہم خُدا کے بارے میں صحیح نظریہ رکھتے ہیں جس پر یعقوب زور دے رہا ہے۔ تو اس سے کس قسم کے چال چلن کا اظہار ہونا چاہیئے۔

آیت ۱۹:۱۔ فروتنی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہم میں قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم سیکھتے ہیں۔ اور اس کا اظہار اس صورت میں بھی ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کے خیالات اور نظریوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ہم اُن پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس بات پر اڑے رہتے ہیں۔ کہ اپنی ہی ہانکتے ہیں۔ یہ پہلا مقام ہے۔ جس کے بارے میں ہمیں خبردار کرتا ہے کہ بولنے میں کیا کیا خطرے ہیں۔

آیت ۲۰:۱۔ اپنے آپ پر قابو رکھنا (خود ضبطی) غصہ۔ ہمیں ہر وقت یہ خیال نہ رہے کہ ہمیشہ ہماری ہی چلے اور جب ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ ہو تو ہمیں اپنے آپ پر کوئی قابو نہ رہے۔ اس سے ہم خُدا کی مرضی پر کبھی نہیں چل سکتے۔ غصہ اپنی ہی مرضی چلانے کی نشانی ہے۔ اس سے ہم اس قابل نہیں رہتے کہ ہم اپنے باپ کا کام کریں۔

۲۱:۳ - حلیمی اور نیک نیتی: "اس لئے ساری نجاست اور بدی کے
کو دور کر کے اس کلام کو حلیمی سے قبول کر لو۔ جو دل میں بویا گیا
تمہاری روحوں کو نجات دے سکتا ہے۔"

ہماری زندگیوں میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے۔ کہ ہمارے
یں دوسروں کے متعلق برے احساس بھرے ہوتے ہیں۔ ہمارے
یں ان لوگوں کے خلاف دشمنی ہے جو ہم سے مختلف رائے
ے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اپنی مرضی چلا رہے ہیں۔
اپنے فخر کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ اس قسم کی زمین نہیں جس
خدا کا کلام اُگ سکے۔ خدا کی سچائی کے بیج کو اگر پھولنا پھلنا
ہے۔ تو اسے حلیمی کی زمین میں بویا جانا چاہئے۔

یہاں یہ بات دیکھئے کہ یعقوب کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی نجات بخش
ائی اور انسانی طبیعت میں تعلق ہے بیج زمین کے لئے موزوں ہے۔
ین بیج زمین ہی میں موجود نہ تھا یہ داخل ہوا اور اسے ایک اخلاقی
ل کے ذریعے پھولنا پھلنا ہے۔ یہاں اٹھارویں آیت کی طرح یعقوب
ور دیتا ہے بیج کی زندگی سے بھرپور حرکت پر ساتھ ہی وہ انسانی
ل کی ضرورت کی بھی یاد دلاتا ہے[1]۔

اگر ہم سنتے ہی رہیں اور کچھ نہ کریں اور جو کچھ سنتے ہیں اس کو عمل کی
صورت میں ظاہر نہ کریں تو ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ہم خیال

1. *Moffatt Commentary, The General Epistles*
James Moffatt
p. 25.

کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم کتاب مقدس پڑھتے ہیں۔ گرجے جاتے ہیں اور وعظ
کرتے ہیں۔ ہم مذہبی آدمی ہیں۔ یہ بات سچائی سے کوسوں دور ہے۔ اگر
ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسا کر کے ہم خدا کے ساتھ تعاون کرتے ہیں تو
ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ کرنے کے بغیر سننے کا نتیجہ اتنا ہی
ہوتا ہے۔ جتنا کہ کبھی کبھار آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنے کا۔

آیت ۲۵: آزادی کا قانون بے نقص اور کامل ہے۔ اس سے زندگی
کی عام ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ یہ آزادی کا قانون ہے۔ کیونکہ اس
پر عمل کرنے سے لوگ اپنی بری خواہشوں کی غلامی سے چھوٹ جاتے ہیں۔ ان
کو اپنی قابلیتوں سے کام لینے کی قوت ملتی ہے۔ اور خدا کی خدمت میں
اپنی طبیعت کو ترقی دینے کی توفیق ملتی ہے۔ یہ آزادی کا قانون ہے۔
کیونکہ اس سے ہم کو یہ آزادی ملتی ہے کہ ہم اپنی حقیقی شخصیت کو ظاہر
کریں۔ لوگوں کو گناہ اور بدی کی غلامی سے آزادی ملتی ہے۔ ان کو
آزادی اور قوت ملتی ہے کہ وہ خدا کی مرضی اور ارادے کے مطابق
اپنی منزل مقصود تک پہنچیں۔ جو کوئی آزادی کی شریعت پر نظر کرتے
ہوئے خدا کی مرضی کو اپنی مرضی کے طور پر قبول کرتا ہے۔ اس کو عمل
کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور ٹھیک عمل کرنے کی قوت ملتی ہے۔ اس
قسم کے آدمی کو خطرہ نہیں کہ وہ محض سننے والا ہی ہو گا۔

یاد رکھئے کہ ہمیں دیکھتے رہنا ہے۔ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا
کوئی ایسی بات نہیں۔ جس کے متعلق ہم نے ایک بار فیصلہ کر لیا اور بس۔
بلکہ یہ خدا کی مرضی کے مطابق روزمرہ اپنے آپ کو مخصوص کرنے کا معاملہ
ہے اور ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے رہنا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ

سمجھیں۔ اِس طرح مسیحی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ خدا کی مرضی کو قبول
ے اور اُس کو سمجھنے سے عمل کرنے کی قوت ملتی ہے اور عمل سے زیادہ
پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے مزید عمل کی خواہش علےٰ ہٰذا القیاس۔
شخص کی زندگی یوُں نشو ونما پاتی ہے۔ وہی شخص اصلی معنوں میں
ں پائے ہوتے ہیں۔

"خدا کے لئے زندگی کے لئے عملی تنبیہ"۔ باب ۱: ۲۶ - ۲۷ -
ت ۲۶ - مذہب فضول ہے۔ یعنی اگر ہم اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھیں۔
ہمارا خدا کے ساتھ اور اپنے بھائی انسانوں کے ساتھ رویہ ٹھیک نہیں۔
خور (غیبت کرنے والی) شیخی باز اور بدگو زبان اس بات کی علامت
لہ خدا کے ساتھ جو ہمارا رشتہ ہے۔ اُس میں بنیادی طور پر گڑبڑ ہے۔
ی بات نہیں اگر ہم مذہب کی ظاہری رسوم کو مانتے ہیں۔ پارسائی دکھاتے
چرب زبانی کے ساتھ دُعا مانگتے ہیں۔ جوش سے گاتے ہیں اور سبت کو
قاعدہ عبادت میں حاضر ہوتے ہیں۔ مگر ہماری زبان سے بدکلامی۔ بدی
ر نکتہ چینی کا اظہار ہوتا ہے۔ تو یہ اِس بات کی علامت ہے کہ اِس ظاہر
وٹ کے باوجود ہم میں بنیادی کمزوری ہے۔ ہمارا یہ مذہب خدا کو پسند

یں۔
اصلی مذہب۔ ایسی زندگی جو خدا کے منشا کے عین مطابق ہے۔ ایسی زندگی
ے جس کا شیوہ خیرات ہے۔ بیکسوں اور بدنصیبوں کی مدد ہے۔ غمزدوں
ور بے نواؤں کی امداد ہے۔ خبر لینے کا مطلب شخصی طور پر خدمت کرنا
ہے۔ اس کا مقابلہ یسوع کی تعلیم سے کریں۔ جو متی ۲۵: ۳۴ - ۴۰ میں دی
ئی ہے۔

۲ ۔ اصلی مذہب کا اظہار زندگی کی شخصی صفائی سے بھی ہوتا ہے۔ دُنیا
سے مراد یہاں بے دین سوسائٹی ہے۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں سے
میل جول سے ایک شخص کو اخلاقی۔ ذہنی اور روحانی گمراوٹ کا خطرہ لاحق
ہوتا ہے۔ اگر ہم اصلی مذہب کے مالک ہیں۔ تو ہم دوسرے لوگوں سے
ملیں گے بھی۔ اُن کی خدمت بھی کریں گے۔ لیکن اپنے کو صاف اور بے
داغ بھی رکھ سکیں گے۔

حصّہ ب :۔ باب ۲، ۳ ۔

ا۔ مسیح پر ایمان کی تشریح اور اس کا زندگی پر اثر ۔

آئت ۱ ۔ غالباً "یسوع مسیح" کا اضافہ حاشیہ میں کسی پہلے نقیہ نے کیا ہے
پروفیسر مولٹن فرماتے ہیں۔ کہ اگر ان الفاظ کو متن میں لے لیا جائے۔ تو
اس سے یونانی کا جملہ بالکل ناممکن سی زبان ہو جاتا ہے۔ لیکن یعقوب
کے ذہن میں جو چیز ہے۔ وہ ہے یسوع مسیح پر ایمان۔ جس کی طرف وہ
اشارہ کرتا ہے۔ خواہ اُس نے اُن لوگوں کی وجہ سے جن کو وہ خط لکھ
رہا تھا۔ یہ لفظ نہ بھی لکھے ہوں ۔

آئت ۱۔۴ : مسیح پر ایمان اور وجاہت یا سماجی حیثیت ساتھ ساتھ
نہیں چل سکتے۔ اگر کسی شخص کی مالی حیثیت ہمارے اِس فیصلہ پر اثر
انداز ہوتی ہے کہ ایک شخص خدا کی نظر میں کیسا ہے۔ تو ہم مسیحی مذہب
کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ ایک شخص کی دولت۔ اُس کا لباس۔ اُس کا
سماج میں درجہ۔ اُس کی خدا کی نظر میں قدر و قیمت پر کوئی اثر نہیں
ڈال سکتے۔ اِس لئے اِن باتوں کا ہمارے اُس سلوک پر جو ہم اُس کے
ساتھ روا رکھتے ہیں۔ اور ہمارے اُس کے ساتھ تعلقات پر بھی کوئی اثر

ں ہونا چاہئے۔ اگر ہم ایسی باتوں سے لوگوں کے ساتھ اپنے سلوک
اثر قبول کرتے ہیں۔ تو ہماری اطاعت (وفاداری) میں فرق ہے
ہم ایسے پیمانے استعمال کر رہے ہیں۔ جو ہمارے ایمان کے خلاف ہیں۔
لوگوں سے جو مفلس ہیں لاپرواہی برتنا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ہم
ازہ کرنے کے ایسے بُرے طریقے استعمال کر رہے ہیں۔ جو دُنیا میں پائے
تے ہیں یاان معیاروں کا اُن معیاروں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو
ارے لئے خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھنے سے لازم ہو جاتے ہیں۔
یات ۵ - ۷ : اگر ہم دولت مندوں کی خوشامد کرتے ہیں۔ تو ہم خُدا
اندازے کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اِس کے علاوہ اگر اس کو اور بھی
معیار پہ لایا جائے تو اس کا مطلب ہے۔ کہ ہم کو خوشامد اور غلامی سے
بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ پانچویں آیت سے خداوند کا قول یاد آتا
ہے۔ کہ مبارک وہ ہیں جو غریب ہیں"۔ یعقوب کا خیال پرانے عہد نامہ
خیال کے مطابق ہے۔ کہ غریب سب نیک ہیں۔ اور دولت مند بُرے
ہیں۔ اُس کا خطاب اُن لوگوں سے ہے جو زیادہ تر مزدور مزارع
تھے۔ اور سُود پر روپیہ چلانے والے دولت مندوں اور زمینداروں
کے رحم پر تھے۔ خواہ وہ اُن کی کتنی ہی خدمت کیوں نہ کرتے۔ وہ اُن
پر ترس نہ کھاتے تھے۔ لوگوں کا لحاظ کرنا نہ صرف غلط ہی تھا۔ بلکہ بے
فائدہ بھی۔
آئت ۶ :۔ غریب کو دولت مند کے مقابلہ میں کبھی انصاف نہیں ملتا
تھا۔ اور یہ بات آج بھی ہر ملک میں سچ ہے کہ انصاف کا پلڑا دولت
مندوں کے حق میں جُھک جاتا ہے۔

آئت ۷ :۔ اُس نام کی طرف اشارہ جس سے ہم نامزد ہیں۔ عاموس
۹ : ۱۲ سے ماخوذ ہے۔ یعقوب اپنی تقریر میں اُسی آئت کی طرف اشارہ
کرتا ہے۔ جو اعمال ۱۵ باب میں پائی جاتی ہے۔ (اعمال ۱۵ : ۱۷)
آیات ۸-۹ ۔ یعقوب اب اِس اعتراض پر بحث کرتا ہے۔ جس کا
اُٹھایا جانا ممکن ہے۔ کیا خوشامد اور لوگوں کا لحاظ کرنے کا یہ معاملہ
اتنا ہی سنجیدہ ہے؟ یعقوب کہتا ہے کہ یہ خدا کی اعلےٰ شریعت کے
خلاف گناہ ہے۔ وہ شاہی شریعت جو پاک نوشتوں میں موجود ہے
احبار ۱۹ : ۱۸۔ (یہ بھی دیکھئے کہ احبار ۱۹ : ۱۵ میں یہودیوں کو
صاف طور پر حکم دیا گیا تھا۔ کہ تم دولت مندوں کا لحاظ نہ کرنا یہ
شاہی شریعت ہے۔ کیونکہ یہ خدا کی بادشاہی کی شریعت ہے۔ جس کا
حوالہ یسوع نے دیا۔ اور جو صرف خدا کی محبت کی شریعت سے ہی
دوسرے درجے پر ہے۔ اگر ہم دولت مندوں کا لحاظ کرتے اور اُن
کی خوشامد کرتے اور غریبوں کی طرف سے لاپرواہی کرتے ہیں تو ہم
خُدا کے اس حکم کو پورا نہیں کر سکتے کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند
محبت رکھ
آیات ۱۰-۱۱ :۔ یہ کوئی جواز نہیں کہ ہم کہیں کہ لوگوں کا لحاظ صرف
ایک بات ہے۔ شریعت ایک ہے۔ جس کا لُب لباب شاہی شریعت میں ہے
تو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ"۔ شریعت کی خلاف ورزی
اِس رُوح کی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے
شریعت کے بعض حصوں کی پابندی کی ہے۔ اور صرف ایک یا دو حکم توڑے
ہیں۔ اگر ہم قتل کرتے ہیں تو ہم نے اِس رُوح اور اُن بنیادی اصولوں

کو توڑتا ہے۔ جو شریعت کی تہ میں ہیں۔ خواہ ہم نے اور کسی بات میں شریعت خدا کی بادشاہی کی شریعت کا نچوڑ ہیں۔ اگر یہ ہمارے دل میں ہیں۔
قانون کے کسی بھی حصّہ کی خلاف ورزی کرنے سے محفوظ ہیں۔ یہ
کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی ہو۔

آیت ۱۲: آزادی کی شریعت حکموں کا کوئی بیرونی نظام نہیں بہمارے ایمان کا نتیجہ۔
ایمان کے متعلق غلط خیال رکھنے کے خلاف تنبیہ۔ باب ۲: ۱۴-۲۶، باب ۱:
ہے۔ ایسے حکم جو اس کا نتیجہ ہیں وہ بہادرانہ محبت سے پیدا ہوتے ہیں
۱۴-۱۷ - یعقوب نہایت صفائی سے بیان کرتا ہے کہ یہ کہنا کہ ہم ت اور یہ اصول ہے۔ اور یہ اطاعت کرتے ہیں۔
یہ بات ہے جس کی مسیح کے پیرو اطاعت کرتے ہیں۔ اور یہ اصول کوع پہ ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس ایمان کے عملی پھل نہ دکھانا۔ اپنے آپ
جس کو تمام اعمال پہ حاوی ہونا چاہیے۔ قوانین اور ضوابط کو دھوکا دینا ہے۔ اگر ایمان کا نتیجہ اعمال نہ ہوں۔ تو وہ ایمان نہیں ہے۔
ظاہراطور پہ پانے کا کوئی خیال نہیں ہونا چاہیے۔ جس سے کہ ہم ایک
فرد حساب تیار کر سکیں۔ کہ ہم نے یہ باتیں مانی ہیں اور یہ باتیں نہیں کوئی شے نہیں کہ عقیدہ ہو۔ لیکن اس کا اعمال سے کوئی واسطہ نہ ہو۔
مانیں۔ اور یہ بات ہمارے حق میں ہے۔ یہ بیرونی قانون کی غلامی ہے ایمان کے مطابق عمل نہ کریں تو فی الحقیقت ہم ایمان نہیں رکھتے۔ جہاں
مسیح پہ ایمان میں ہمیں آزادی ہے کہ ہم محبت کی روح میں زندگی نہیں وہاں ایمان بھی نہیں۔ یہ یسوع کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔
گزاریں۔ ۲۱:۷-۲۷، ۲۵: ۳۱-۴۶ میں ملتی ہے۔ اگر ایمان کا نتیجہ اخلاقی

آیت ۱۳: اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں جو کچھ ہم چاہیں کرنے اور کردار نہ ہو محض الفاظ اور بعض مسائل کے ساتھ صرف ذہنی
آزادی ہے یا ہمیں لائسنس مل گیا ہے۔ بلکہ یہ خدا مرضی کے مطابق ی سے کوئی شخص خدا کی عدالت سے نہیں بچ سکتا۔ کوئی مبنیہ مذہبی
زندگی گزارنے کی آزادی ہے۔ آزادی جو ہمیں اُس وقت ملی جس کا نتیجہ اعمال نہ ہوں ایک مردہ اور فضول شے ہے۔
ہے۔ جبکہ ہم خدا کی مرضی کو اپنی زندگی کا معیار تسلیم کر لیتے ہیں ۲۰:۱۰۶ - یعقوب تصویر کرتا ہے کہ کوئی شخص اس کا اعتراض
اس آزادی کا اظہار اُس ہمدردی اور رحم کی صورت میں ہوگا ہے "اور تم کہتے ہو کہ تم ایمان رکھتے ہو۔ وہ جواب دیتا ہے۔ ہاں اور
ہم اُن لوگوں سے رکھتے ہیں۔ جنہوں نے ہمیں نقصان بھی پہنچایا ہے ساتھ اعمال بھی ہیں" تو اپنا ایمان بغیر اعمال کے تو مجھے دکھا اور
اپنے لیے عدل چاہنے کی بجائے معاف کرنے میں اس کا اظہار ہوگا ایمان اعمال سے تجھے دکھاؤں گا۔
اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں معاف کیا جائے تو ضروری ہے کہ ایمان اور اعمال ایک ہیں۔ اُن کو الگ الگ کیا نہیں جا سکتا۔
بھی معاف کرنے کے لئے تیار رہیں۔ یہاں یسوع مسیح کی تعلیم کی جو شے دکھا سکتا ہے۔ وہ ایسا ایمان ہے۔ جو شیاطین بھی رکھتے
اشارہ ہے۔ (متی ۱۸: ۲۱-۳۵ لوقا ۱۶: ۱۹) رحم اور بھلائی شے جو ایمان میں زندگی پیدا کرتی ہے۔ وہ ایمان کے مطابق

اعمال ہیں۔

آیات ۲۱-۲۵:۔ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے یعقوب پرانے عہد نامے سے دو مثالیں دیتا ہے۔ ایک ابرہام کی ہے۔ اور دوسری راحب کی۔ ابرہام اس وجہ سے راستباز ٹھہرا کہ اس نے اپنے ایمان کے مطابق عمل کیا۔ اور وہ خدا کا دوست ٹھہرا۔ اس لئے نہیں کہ وہ محض ایمان پر بھروسہ رکھتا تھا۔ بلکہ اپنے اعمال کے طفیل۔ اس کی مثال میں ایمان اعمال سے کامل ہوا۔ اور اس کے کاموں سے ایمان میں معنی پیدا ہوئے۔ جوں جوں اس نے خدا کی اطاعت کی اس کا ایمان زندگی بخش بنتا گیا۔

"یہ خیال کہ مذہبی عقیدہ خود ہی اپنی صداقت ثابت کرتا ہے۔ پولس کے ایمان اور اعمال کے تقابل کے غلط معنی نکالنے سے پیدا ہوا۔ آیا یعقوب کے ناظرین پولس کے خیال سے واقف تھے یا نہیں یعقوب اُن لوگوں کو جھٹلا رہا ہے جو پولس کے خیال میں مبالغہ کرتے تھے۔ پولس کے اس خیال کی تبلیغ کرتے تھے کہ ایمان مذہبی عقیدہ کے جواز کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس لئے اخلاقی مشق کی چنداں ضرورت نہیں۔ پولس ایسے اخلاقی اعمال کو ایمان کا پھل قرار دیتا۔ اعمال نہ کہتا۔ حالانکہ وہ بھی یعقوب سے اتفاق کرتا کہ مذہبی صداقت سے محض عقیدت زندگی بخش قوت سے خالی ہے۔ لیکن یعقوب یہ سمجھتا ہے۔ کہ ایمان کا اعمال کی صورت میں اظہار ایک قدرتی چیز ہے۔ اعمال سے ایمان کو کمک نہیں ملتی۔ وہ تو زندگی بخش کلام کے ساتھ

...ن تعلق کا نتیجہ ہیں۔ یا ہونا چاہئیں جس کا مطلب زندگی کو ...بت کی شاہی شریعت کا مطیع کرنا ہے۔ یہ یسوع مسیح پر حقیقی ...یمان کے ساتھ وابستہ ہے۔

...ا:۔ یہ آیت آلٹ پلٹ کر دی گئی۔ اس کی اصلی جگہ یہاں معلوم ہوتی ...ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اور نہیں کرتے۔ تو ہم گناہ کرتے ...ہم علم تو رکھتے ہیں۔ لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ تو ہم گناہ کرتے ...مال کے بغیر ایمان مُردہ ہے۔ کیونکہ یہ گناہ ہے۔

...ودہ بات چیت کے خلاف تنبیہ کیونکہ اس سے اندرونی اور سماجی ...کو نقصان پہنچتا ہے۔

باب ۳:۱-۱۲

...ب اب ایک خاص مثال لیتا ہے۔ اُن اعمال کی جن کو اس نے ایمان ...ہرایا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر اس نے پہلے بھی زور دیا ...ی زبان کو قابو میں رکھنا۔ جو شخص اپنی زبان کو لگام دے سکتا ہے ...مسیح کی طرح ہے۔

...۔ یہ اُستادوں کیلئے تنبیہ ہے۔ جن کو اپنے کام کی نوعیت کی وجہ ...بانوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس لئے اُن کو ہر وقت یہ آزمائش ...ہے۔ وہ کہتا ہے "تم میں سے بہت سے اُستاد نہ بنیں"۔ اُستادوں ...ندر یہ موقعہ ملتا ہے۔ کہ وہ اپنی چرب زبانی اور وعظ گوئی کی

طاقتوں سے کام لیں۔ اِس لئے بہت سے لوگوں کے لئے اِس پیشہ میں کشش
ہے۔ لیکن یعقوب اُستادوں کو اُن کی ذمہ داریوں کی یاد دلاتا ہے
کی عدالت سخت ہوگی۔ کیونکہ اُن کے الفاظ کا دوسروں پر بہت اثر پڑ
ہے۔ یعقوب کے ذہن میں اِس وقت باتونی ہونے یا بے ہودہ گوئی کا
خطرہ ہے۔ یعنی بے بنیاد اور ہٹ دھرمی پر مبنی باتیں کہنا۔ بدکلامی
کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اُستاد کے کام میں اکثر ایسے موقعے آتے ہیں۔ جبکہ اُن
کو ایسی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پس یعقوب زبان کی نیکی
یا بدی کی قدرت کا بیان کرتا ہے۔

آیات ۳ ؛ ۵ ۔ یعقوب زبان کا مقابلہ لگام سے جو گھوڑے کو قابو میں
رکھتی ہے اور پتوار سے جو جہاز کو قابو میں رکھتی ہے کرتا ہے۔ دیکھئے یعقوب
ایک ملائم زبان کی حمایت نہیں کرتا۔ اُس کے اپنے الفاظ نہایت پُر
اور طنز آمیز ہیں۔ لیکن اُس نے ہمارے سامنے ایک تیز گام گھوڑے
کی جو لگام کے ذریعے قابو میں ہے۔ اور ایک جہاز کی جو مانجھی کے اشا
پر چلتا ہے تصویر پیش کی ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنے اوپر ایسا قابو ہو
وہ آتش زبان بھی ہو سکتا ہے۔ اور پُر زور تقریر بھی کر سکتا
لیکن اُس کی زبان بے قابو نہ ہوگی۔ اِس سے جو کچھ نکلے گا۔ وہ اچھا
بُرا نہ ہوگا۔ اور نہ شرارت آمیز ہوگا۔ اِس کی بڑی طاقت کو بھلائی کے
لیے کام میں لایا جائیگا۔ ہمیں اُس شرارت کی طرف سے متنبہ
ہے۔ جو ایک زبان کر سکتی ہے۔ اگر اُس کو قابو میں نہ رکھا جائے۔
آیات ۶-۸ ۔ یعقوب کو یہ فکر ہے۔ کہ وہ ہمیں اُن شرارتوں سے آ
کرے۔ جو زبان سے سرزد ہو سکتی ہیں۔ وہ زبان کا مقابلہ آگ سے

۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ آگ کتنی تباہ کن چیز ہے۔ بُرے اور پُر شرارت
الفاظ جو ہماری زبان سے نکلتے ہیں۔ اُن کا ہماری اپنی زندگی پر بھی
اثر ہوتا ہے۔ گالی کا ہماری زبان سے نکلنا ہماری اپنی سرشت کو
گندہ کرتا ہے۔ دائرہ دُنیا کی تشبیہ یونان کے خفیہ مذاہب سے لی
ہے۔ اِس کا اشارہ آواگون کی طرف ہے۔ یعقوب اس میں وہ
باتیں لیتا ہے۔ جو ہمیں کائنات یا نیچر سے حاصل ہیں۔ جو شرارت
بے قابو زبان سے پھیلتی ہے اُس کا زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثر
ہے۔ اور جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ اس پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ جس طرح
پہیہ کے درمیانی حصے سے شروع ہو کر اُس کے تمام اردگرد
ڈالتی ہے۔ اسی طرح جھوٹ۔ گالی۔ بدزبانی۔ غلط بیانی۔ سخت
یکطرفہ رائیں۔ ہماری زندگی کے ہر حصے کو زہر آلودہ کر دیتی ہیں۔
اِس کے کہ اُن کا دوسروں کی زندگی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔
زبان کے متعلق یہ فتوے اِس بات کی دلیل ہے۔ کہ یعقوب نے خود
سے نقصان اُٹھایا۔ اور اُس نے ابتدائی کلیسیا میں زبان درازی
کے نتائج کا ملاحظہ کیا۔ وہ اپنے تلخ تجربے کی بنا پر کلام کرتا ہے۔

۹-۱۲ :- اِن آیات میں یعقوب ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح وہ
مختلف موقعوں پر ہماری زبان سے نکلتی ہیں۔ ہمارے چال چلن
کی زندگی کی ناہمواری یا بے ثباتی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ایک وقت
ہماری باتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہم نہایت پارسا۔ دیندار شخص
خدا کی تمجید و تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ہم اپنے
انسانوں کو جو خدا کی صورت پر پیدا ہوئے ہیں۔ اور اُس کے

بیٹے بیٹیاں ہیں۔ بُرا بھلا کہتے اور بددُعا دیتے ہیں۔ یہاں ہمارے
ابتدائی کلیسیا کی ایک تصویر ہے (جس کی ہو بہو مثال آج ہماری ک
میں موجود ہے) یہاں ہم اُستادوں اور مُبشّروں کو دیکھ سکتے ہیں
جو لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ وعظ کرتے ہیں۔ اور اُن مسیحائیوں ک
دیتے ہیں۔ لیکن پھر آپس میں بیٹھ کر بحث مباحثہ میں بدکلامی پر اُتر
ہیں۔

اسی طرح ایک وقت تو ہم بڑے بڑے الفاظ کے ذریعے ند
کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور دوسرے وقت پر ہماری زبان سے ل
کلام نکلتا ہے۔ لوگوں کو کوسا کرتے ہیں اور پُر شرارت کنایے
زبان سے نکلتے ہیں۔ جہاں ہماری زندگی کے چشمے سے میٹھا اور
دونو پانی نکلتے ہیں۔ وہاں حقیقی ایمان نہیں ہے۔ اگر ہماری
میں یہ ناہمواری اور تضاد ہے تو ہمارا ایمان مُردہ ہے۔

۴۔ غرور اور تفرقے کے خلاف تنبیہ۔ جو اُس حکمت کے منا
جو اُوپر سے آتی ہے۔ باب ۳: ۱۳-۱۸۔

خدا کے ساتھ ٹھیک رشتہ اور اُس کی حکمت ایک مختلف
کرتی ہے۔ اور یہی وہ حکمت ہے جو اُستادوں اور منادوں ک
کرنی چاہیئے۔

آیت ۱۳: جن لوگوں کو خُدا کی طرف سے حکمت ملی ہے۔ وہ حلیم
فروتن ہوں گے۔

ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ عام استعمال میں فروتنی
ادنیٰ معنی کو بھی ہے۔ یونانی میں اس کے لئے جو لفظ استعمال

اُس سے ایک طاقتور شخص کی خود ضبطی اور ایک دانا آدمی کی کسرِ نفسی
یا فروتنی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک شخص جو مضبوط ہے اور اس بات کو
جانتا بھی ہے۔ تو وہ اُس بات کے لئے جس پر خُدا کی برکت ہوگی کسی سے
حسد نہ کریگا۔ اور نہ تفرقہ بازی کا خیال اُس کے دل میں آئیگا۔ کیونکہ
اس قسم کی ذہنیت کا مطلب سچائی سے نفرت اور جھوٹ کے طرفدار
بندھنا ہوگا۔

محض دلیل کی خاطر دلیل بازی۔ علم کے مطالعہ میں حسد۔ خود
نمائی کا مرض جو اُستادوں اور فاضل لوگوں میں کلیسیا کے اندر اور
باہر پایا جاتا ہے۔ مذہب اور اخلاق میں چرب زبانی کا مرض جو
اخلاق کو تباہ کر دیتا ہے اور جو باتیں پولُس کے زمانہ سے اپنی طیطس کے
زمانہ تک بُری سمجھی گئیں۔ اور ان سب سے زیادہ مذہبی فرقوں اور
گروہوں کے لیڈروں کی بوالہوسی اور سازشیں وہ خطرات ہیں جو اس
فکر ان میں یعقوب کے سامنے ہیں۔

آیات ۱۴-۱۶: غرور اور بے تاتل تفرقے بازی سچ سے وفاداری
نہیں بلکہ اس کا اُلٹ ہیں۔ خُدا کی سچائی کی منادی اور حفاظت اس وقت
نہیں ہو سکتی جب تک اس میں مسیحی فروتنی اور رواداری کو مدِ نظر نہ

رکھا جائے۔ مغرور اور متعصب مناظروں کی حکمت۔ خود پسند تفرقہ بازوں کا دل خُدا کی حکمت سے منور ہوتا ہے اور وہی لوگ اصلی معنوں میں
کی حکمت اختیار کرکے بھوکوں کی حکمت وہ حکمت نہیں جو خُدا کی طرف سے آنے والے ہوتے ہیں۔ تفرقے بازی سے اور اُن لوگوں سے جو تفرقہ
ہے۔ بلکہ وہ حکمت شیطانی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے اعمال سے اُن کی شناخت ہوتی ہیں۔ کوئی روحانی پھل نہیں مل سکتا۔ ایمان کا حقیقی پھل
خُدا کے ساتھ غلط رویے کی قلعی کھل جاتی ہے۔ وقت پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ زندگی میں امن۔ صلح کی روح غالب ہوتی

آیت ۱۶: حسد اور تفرقہ کی شیطانی روح دھڑے اور پارٹیاں اور
کلیسیا میں جھگڑے پیدا کرتی ہیں۔ اور اس رفاقت کو برباد کر دیتی **حصہ ج: باب ۴: ۵ ۱: ۱-۶**
ہیں۔ جو کلیسیا کے شرکا میں موجود ہونی چاہیئے اور مجموعی طور پر اس ملامتیں:۔
اتحاد بحال ہوتا ہے۔ اس دُنیا کے مال و دولت کیلئے اور لالچ کیلئے ملامت۔

آیت ۱۷: خُدا کے ساتھ صحیح رویہ قائم کرنے کا نتیجہ حقیقی دانائی ۴: ۱-۶۔
ہے۔ یعنی دل اور روح دونوں منور ہو جاتے ہیں۔ اس کا اظہار چال اس دُنیا کے مال و دولت کا لالچ جھگڑوں اور لڑائیوں کا سبب
چلن میں ہوتا ہے۔ یعنی ایسا چال چلن جو بے لوث ہوتا ہے۔ جس پر لڑائیاں اور جھگڑے"۔ فوجی جنگیں ظاہر نہیں کرتے۔ (گو جو کچھ یعقوب
غرضی اور برائی سے آلودہ خواہشات اور رنجشوں کا داغ نہیں ہوتا۔ اس کا اطلاق فوجی جنگوں پر عین ایسا ہی ہوتا ہے) جہاں اس
جو جبر اور فتنہ انگیزی سے پاک ہوتا ہے۔ جو امن پسند اور برداشت مال کی خواہش پائی جاتی ہے۔ وہاں شخص کی زندگی میں لڑائی
کرنے والا ہوتا ہے۔ جو میل ملاپ کا حامی۔ پیار کرنے والا اور دور ہو جاتی ہے "تمہارے اعضا میں فساد" یوں وہ گو نہ جنگ شروع
کو دکھ دینے کی بجائے خود دکھ اُٹھانے والا ہوتا ہے۔ اس قسم کے اندرونی یا نفسیاتی اور دوسروں کے ساتھ دنگا فساد۔ جہاں
چال چلن کا مالک شخص رحم کھانے والا اور معاف کرنے والا ہوتا دل میں یہ لالچ موجود رہے۔ وہاں حقیقی رفاقت ہو نہیں سکتی۔
وہ منصف اور دیانت دار ہوتا ہے۔ صاف گو مخلص اور قابلِ اعتماد ۲: اس آیت کے معنی واضح نہیں ہیں۔ جس یونانی لفظ کا یہاں
ہوتا ہے۔ ترجمہ ہوا ہے۔ وہ کوئی لگا تار ہوا لفظ ہے۔ غالباً وہ لفظ جس کا

آیت ۱۸: چال چلن کی اِن خوبیوں سے حقیقی رفاقت پیدا ہوتی ہے۔ وہ وہی لفظ ہے جس کے معنی حسد کے ہیں۔
ہے۔ اور جماعت میں یک جہتی کا موجب ہوتی ہیں۔ جن لوگوں کا ۲ – اور پھر جب وہ لوگ جن کے دل میں دنیا کے مال کی خواہش
کے ساتھ خُدا اور اپنے بھائی انسانوں کے ساتھ یہ رویہ ہوتا مانگتے ہیں تو وہ اپنی خواہشوں کے ہی پیدا ہونے کی دعا

مانگتے ہیں۔ قدرتی طور پر اُن کی دعائیں سنی نہیں جاتیں۔ ایسی دُعائیں حضور فروتن کریں تو وہ اُن پر اپنے فضل کی بارش کریگا۔ وہ اُن کو زیادہ
ہوتا ہے کہ دل دُنیا کی چیزوں اور مال و دولت پر لٹو ہے۔ اور اگر رزق دیگا۔ خُدا کے حضور اپنے آپ پر بھروسہ کرنا اُس کے فضل اور توفیق سے
پر نہیں جو خُدا کی ہیں۔ اور اُس کی بادشاہت کی۔ لازم ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ یسوع کی تمثیل کا مقابلہ کیجئے۔ جو اُس نے فریسی اور
آیت ۴:- پرانے عہد نامہ میں خُدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنے محصول لینے والے کے بارے میں کہی جو ہیکل میں دعا مانگنے گئے تھے۔ لوقا ۱۸:۹
کو زنا کہا گیا ہے۔ یعقوب کہتا ہے کہ دُنیا دار لوگوں نے خُدا کے سا- غرور کے لئے ملامت:- باب ۴:۷-۱۲
وفاداری کو چھوڑ دیا ہے۔ جس طرح کہ پرانے زمانے کے لوگو یعقوب اپنے ناظرین کو کہتا ہے۔ کہ وہ خودرائی غرور کے شیطان کا
نے بت پرستی اختیار کی اور خُدا کو بھول گئے۔ اپنی خواہشوں کا مقابلہ کریں۔ اور اپنے آپ کو خُدا کے حضور فروتن کریں۔ جس جماعت کے
بن کر مال و دولت پرستی اختیار کر کے وہ لوگ خُدا کے دشمن [illegible] میں غرور۔ اپنے کو بڑا سمجھنا یعنی تکبر اور ناوفاداری پائی جاتی ہو۔
ہیں۔ ہم اُس کے دوست ہو نہیں سکتے۔ جب تک ہم اُس کے ساتھ [illegible] رفاقت اور آپس میں خوشی خوشی مل جل کر رہنا تو ختم ہو جاتا ہے
وفاداری نہ برتیں۔ اس کے ساتھ یسوع کی تعلیم کا مقابلہ کیجئے [illegible] رفاقت قائم کرنے کے لئے رُوح کی فروتنی لازم ہے۔ پس ہمیں خدائی
خُدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ ذہنیت کو روکنا چاہیے۔ جو ہمیں خدا اور اپنے پڑوسیوں سے برگشتہ کر دیتی ہے۔
آیت ۵:- اگر تم یہ کہتے ہو۔ کہ اگر ہم خُدا کے ساتھ پوری وفا ۸ - ایسا کرنے کیلئے دنیوی خواہشوں سے صفائی اور پاکیزگی اور خدا کی خدمت
نہ برتیں۔ تو اُس کو اِس کی پرواہ نہیں ہے؟ کتاب مقدس کا جو لئے اپنی ساری شخصیت کی خصوصیت کی ضرورت ہے۔ اس بات کو پھر دیکھئے کہ یعقوب مقصد
ہے کہ جس روح کو اُس نے ہمارے اندر بسایا ہے اُس کی زندگی کی اکائی کی اہمیت پر کتنا زور دیتا ہے۔ اگر ہم سچے دل سے فروتنی کا اظہار کریں
بہت غیرت ہے۔ یہ حوالہ کسی ایسے نامعلوم نوشتہ میں سے دیا ہمارے دلوں میں سکونت کرے گا۔
جو ہم تک نہیں پہنچا۔ آیت ۹: بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ پر خوش ہوں اور اپنے دنیوی مال و دولت اور عزت
آیت ۶:- دنیوی چیزوں کے اس لالچ سے لوگوں کی زندگیوں کو دیکھ کر آنسو بہائیں۔ ہم کو چاہیے کہ ہم اپنے گناہوں پر روئیں اور خاص طور پر اپنے اس
ایسا رویہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے خدا لوگوں کی دُنیا [illegible] ہوں کہ ہماری وفاداری بٹی ہوئی ہے۔ دو دنے خواہ دنیا کی نظروں میں کتنے
کا جواب نہیں دے سکتا۔ اُن کے لئے خُدا کے ساتھ حقیقی رفاقت [illegible] مالدار کیوں نہ ہوں۔ اُن کے لئے خوش ہونے کی کوئی
دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے آپ پر اپنے کارناموں کی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس انہیں اپنی
اپنے مال و دولت پر غرور کرنا چھوڑ دیں۔ اور اپنے آپ کو روحانی حالت پر افسوس کرنا چاہیے۔

آیت ۱۰:۔ اگر اپنے آپ کو خدا کے حضور فروتن کریں۔ تو وہ ہم سے
کام لے سکتا ہے۔ مغروروں کو وہ نیچا ہی کرتا ہے لیکن فروتنوں کو
اپنی حقیقی رفاقت سے سربلند کرتا ہے۔

آئت ۱۱-۱۲۔ غرور کا ایک عام سماجی اثر یہ ہے۔ کہ اس سے ہمارے
دماغ میں یہ سودا پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ہم دوسروں کی عدالت کریں
اور اُن کے چال چلن کی جانچ پڑتال کریں۔ جیسا کہ فریسی نے محصول لینے والے
کی۔ یعقوب کہتا ہے کہ ہم ہونے کون ہیں۔ کہ ہم اپنے پڑوسی پر الزام لگا
اِس کا یسوع کے اقوال کے ساتھ مقابلہ کیجئے۔ جہاں وہ کہتا ہے "جو تم
بے گناہ ہو وہی پہلے اُس کے پتھر مارے"۔ اِس قسم کے بے جا غرور کا
یہ ہے کہ ہم شریعت کی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور خدا کے حق پر ڈاکہ مار
ہیں۔ جو واحد عادل ہے۔ اِس سے برادری کی روح بالکل مُر
ہو جاتی ہے۔ "ایک دوسرے کی بدگوئی" ایسا گناہ ہے جس کی الطرس
اِس کی مذمت کی گئی ہے۔ یعنی جماعت میں بدخواہی اور غیبت۔ لیکن
یعقوب اِس کو الزام تراشی اور بہتان کے ساتھ نسبت دیتا ہے۔
ایسے لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو صدرِ عدالت بن کر بیٹھ
اور دوسروں کے لئے قاعدے قانون بناتے ہیں۔ اور عام طور پر
کے مزاج میں سختی ہوتی ہے۔ اور وہ جلد بازی بھی کرتے ہیں۔
کسی کی رعائت نہیں کرتے اور نہ کشادہ دلی دکھاتے ہیں۔ یہاں
سمجھنا ذرا مشکل ہے کہ کس طرح وہ شخص جو اپنے بھائی کی بدنامی کر
ہے۔ یا اُس پر الزام لگاتا ہے۔ شریعت پر الزام لگاتا ہے۔ بشرطیکہ
اِس کا مطلب یہ نہ ہو۔ کہ اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ الزام تراشی

چینی کا یہ مطلب ہو گا کہ شریعت کو پیدا کرنے کے لئے ہمارے نقودں
ضرورت ہے۔ (یہ شریعت پر الزام کے برابر اور اِس کے مکمل نہ ہونے
نکتہ چینی ہے) یا اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس قسم کا غیر برادرانہ
یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہم نے شریعت کا مطلب غلط نکالا ہے اور
یا سکتا ہے کہ ہم نے شریعت پر بہتان لگایا ہے۔ اور وہ اس طرح
یہ نہ دیکھ سکے۔ کہ شریعت کی بنیادی حقیقت برادرانہ محبت ہے
پہلی بات سے شریعت پر الزام آتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنے آپ کو
شریعت سے اعلےٰ سمجھتے ہیں۔ بات یہ کہ یعقوب یہ بات کہتا ہے۔ کہ اپنے
ہی یا اپنے مسیحی بھائی پر الزام لگانا خدا کی شریعت پر الزام لگانا

اپنے آپ ہی کو کافی سمجھنے کیلئے ملامت:۔ باب ۴:۴-۱۷
۱۳-۱۵:۔ زندگی کے کاروبار اور تجارت میں محو ہو کر لوگ
خدا کو بھول جاتے ہیں۔ وہ اپنی تجاویز میں اُس کو کوئی جگہ
نہیں دیتے اور وہ یہ سمجھنے کی حماقت کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے نئے
ہیں۔ مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ وُہ ہر ایک بات میں خُدا کے
ہیں۔ اور کہ زندگی ایک غیر یقینی چیز ہے۔ اس کا مقابلہ خداوند
کی اُس تمثیل سے کیجئے جو اُس نے دولتمند بیوقوف کے
میں بیان کی اور جو لوقا ۱۲:۱۶-۲۱ میں درج ہے۔
ہماری تمام زندگی فروتنی سے خُدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے گذرنی
اور ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ اگر اُس کی مرضی ہو۔ تو ہی ہم
کر سکتے ہیں۔

آیت ۱۶: - یعقوب ہمیں بتاتا ہے کہ یہ شیخی مارنا کہ ہم یہ کر سکتے ہیں
یا وہ کرینگے۔ اور یوں زندگی گزارنا جیسے کہ ہم اپنی تمام ضروریات
کو خود ہی پورا کر سکتے ہیں اور ہمیں خدا کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک
بُرائی ہے۔ اِس حقیقت کی تفسیر ہماری موجودہ دُنیا کی حالت سے بہتر
اور کونسی ہو سکتی ہے۔ دُنیا کی یہ بُری حالت کا نتیجہ ہے۔ انسان
کے اِس حماقت آمیز یقین کا کہ وہ اپنے معاملات خُدا کے بغیر اور اس
کی مرضی کو سامنے رکھے بغیر سلجھا سکتا ہے اور کہ وہ خُدا کی مرضی کا
بے روک ٹوک تمسخر اُڑا سکتا ہے۔ کوئی جماعت اصلی معنوں میں پھل
پھول نہیں سکتی تاوقتیکہ اُس کے تمام شرکا اس بات کو نہ سمجھیں
کہ ہم اپنے سب کاموں میں خُدا کے محتاج ہیں۔

۴۔ دولت اور بے انصافی کیلئے ملامت۔ باب ۵: ۱-۶

آیات ۱: ۳: یہاں یعقوب دولتمند زمینداروں پر اُسی طریقہ
سے نکتہ چینی کرتا ہے۔ جیسا کہ پرانے زمانے کے انبیا کیا کرتے تھے
وہ اُن کو اُن کے اعمال کی سزا کی دھمکی دیتا ہے اور ایسا دکھائی
دیتا ہے کہ اُسے بالکل اُمید نہیں کہ یہ لوگ توبہ کرینگے جیسا کہ اُسے
سوداگروں کی مثال میں اُمید ہے۔
دولتمندوں سے اُس نے جو رویّہ اختیار کیا ہے۔ اُس
سے ہمیں خُداوند کا دولتمندوں کے ساتھ رویّہ یاد آتا ہے
(لوقا ۶: ۲۴ اور دولتمند اور لعزر کی تمثیل میں لوقا ۱۶: ۱۹-۳۱)
یہودیوں میں دولت کا سب سے بڑا نشان کپڑے اور
تھے۔ کپڑوں کو کیڑا خراب کرتا ہے۔ سونے اور چاندی کو زنگ

تا ہے۔ یہ زنگ دولتمندوں کے روپیہ جمع کرنے کی حرص کے
شہادت ہے۔ کہ وہ اُسے جمع کرنے کی بجائے اپنے بھائی انسانوں
کے لیے استعمال کریں۔ اِس کے ساتھ یسوع خداوند کی تردید
کا مقابلہ کیجئے دولتمندوں کی دولت برباد ہو جائے گی۔
کے ساتھ ہی وہ بھی مٹ جائیں گے۔
۴! - دولتمندوں نے لالچ سے روپیہ جمع ہی نہیں کیا
غریبوں کا خون چوس کر اور اُن کی کمائی دھوکے سے چھین
مند ہوئے ہیں۔ یہودی شریعت میں آیا ہے "تُو اپنے
محتاج خادم پر ظلم نہ کرنا۔ خواہ وہ تیرے بھائیوں میں
خواہ اُن پردیسیوں میں سے جو تیرے ملک کے اندر تیری
میں رہتے ہوں تو اُسی دن اُس سے پہلے کہ آفتاب غروب
مزدوری اُسے دینا کیونکہ وہ غریب ہے اور اس کا
دری میں لگا رہتا ہے۔ تا نہ ہو کہ وہ خداوند سے تیرے
یاد کرے اور یہ تیرے حق میں گناہ ٹھہرے۔" استثنا ۲۴: ۱۴-۱۵
ان لوگوں نے دغا سے مزدوروں کی مزدوری دبالی کو
کی انصاف کے لئے فریاد امیروں کے کانوں تک نہیں
اُس خدا اُن کی فریاد سنتا ہے۔ وہ بے انصافی کرنیوالوں
کر دیگا۔ یعقوب کھلم کھلا بیان کرتا ہے کہ کوئی اقتصادی
بے انصافی اور ناجائز فائدہ اُٹھانے سے در گزر
خُدا کی مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کوئی
کی مرضی پر چلنا چاہتا ہے اس قسم کی بدی میں شریک

۲- سادہ راستبازی کی تلقین :- باب ۵: ۱۲

آئت ۱۲- یعقوب اپنے سامعین کو تلقین کرتا ہے کہ وہ سچے اور راست گفتار ہوں۔ تاکہ وہ اپنی زبان سے نکلے ہوئے سادہ لفظ کے بھی پابند ہوں اور جن لوگوں کے درمیان وہ رہتے ہوں وہ اُسے کافی سمجھیں۔ اس بات کی ضرورت نہ ہو کہ وعدوں کو قسموں کی ضرورت پڑے۔ سچ تو یہ ہے ان سے کسی شخص کے دئے ہوئے قول میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر زندگی راستی اور اخلاص پر مبنی ہے۔ تو محض "ہاں" اور "نہیں" ہی کافی ہیں۔

یہودیوں کے ہاں اپنے وعدوں کی مضبوطی اور استواری کے لئے طرح طرح کی قسمیں ہوتی تھیں۔ وہ خدا کے نام کی قسم نہیں کھاتے تھے البتہ زمین، آسمان کی قسم کھاتے تھے۔ گو اُن کے معلم اخلاق اس دستور کو برا سمجھتے تھے۔ یعقوب کہتا ہے کہ بے فائدہ قسمیں کھانا خدا کی عدالت کو حرکت میں لانا ہے۔ اس کا مقابلہ خداوند یسوع کی تعلیم سے کیجئے متی ۵: ۳۴-۳۷، ۲۳: ۱۶-۲۲ میں ہے۔ یعقوب کے الفاظ قریب قریب خداوند یسوع کے الفاظ کا اقتباس ہیں۔

۳- دعا کے لئے تلقین :- باب ۵: ۱۳-۱۸

اس پیرے میں یعقوب دعا کے اثر پر زور دیتا ہے۔ اور اپنے پڑھنے والوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ دعا کی قوت کو جبکہ اُس کی بنیاد ایک ایسی زندگی ہو جو خدا کی مرضی کے مطابق بسر ہو رہی ہو سمجھیں۔

آئت ۱۳:- اگر کوئی شخص مصیبت میں پھنسا ہو۔ تو دعا سے اُس قوت ملے گی۔ اور اُس میں قوت برداشت پیدا ہوگی۔ اگر زندگی آرام سے بسر ہو رہی ہو۔ تو ہمیں خدا کی شکرگزاری اور تمجید کرنی چاہیئے

اکثر ہم مصیبت اور آفت کے وقت ہی اُس کو یاد کرتے ہیں۔ اور فارغ البالی کے ایام میں اُسے بھلا دیتے ہیں۔

آیات ۱۴-۱۵ - ایک مصیبت جو اکثر ہمارے گلے کا ہار رہتی ہے۔ ہے بیماری۔ یعقوب اس بات کا قائل ہے کہ دعا بیماری کو دور کرتی ہے۔ وہ اس خیال کو گناہوں کی معافی کے ساتھ نسبت دیتا ہے۔ اس کا مقابلہ خداوند یسوع کے کاموں سے کیجئے۔ لوقا (۵) اُس نے کس طرح فالج کے مریض کو پہلے اُس کے گناہوں سے اور بعد میں اُس کی جسمانی حالت سے رہائی دی۔ یعقوب اس بات کا معتقد دکھائی دیتا ہے۔ کہ گناہ اور بیماری میں اکثر کوئی تعلق ہوتا ہے۔ اگر وہ کشمکش جو زندگی میں گناہ کی وجہ سے ہے دور ہو جائے تو جسمانی بیماری سے رہائی مل جاتی ہے۔

آئت ۱۶:- اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ گناہوں کے اقرار کا بھی معنی رکھتا ہے۔ گناہوں کے اقرار کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم حقیقت سے دو چار ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو اُسی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جس نظر سے خدا ہمیں دیکھتا ہے۔ اور اس طرح ہم اپنے اعمال کو معقول ثابت کرنے اور وہموں سے بچ جاتے ہیں۔ اس طرح ہم اکثر اُن کشمکشوں سے جو اکثر ہماری زندگی میں ہوتی رہتی ہیں۔ اور جن کا ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا۔ بچ جاتے ہیں اور اکثر ہماری جسمانی بیماریاں انہیں کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔ یعقوب کا یہ استدلال نفسیاتی طور پر ٹھیک ہے۔

راستباز انسان جو خدا کے ساتھ ایک آواز ہوتا ہے۔ اس کی دعا سے خدا کی روح کو ایک طرح سے کمک ملتی ہے اور جب اس کا اس شخص پر جس کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے، اثر پڑتا

ہے۔ تو اس روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔

یہ دیکھئے کہ راستباز انسان کی دعا مؤثر ثابت ہوتی ہے زندگی کی صفائی اور سچائی دعا کو مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے۔ ہم دعا کو زندگی سے علیحدہ کر نہیں سکتے محض الفاظ کی بنی ہوئی ایک رسمی چیز دعا کا عمل ہی وہ شے نہیں جو اثر کرتی ہے۔ اگر دعا کے ساتھ راستبازی کی زندگی نہیں تو دعا فضول ہے۔

آیات ۱۷-۱۸ :۔ راستباز شخص کی دعا کتنی مؤثر اور طاقتور ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے یعقوب ایلیاہ نبی کی مثال دیتا ہے۔ پرانے عہد نامہ میں ایلیاہ نبی کی جو کہانی درج ہے۔ اس میں ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ ایلیاہ نے قحط کے لئے دعا کی یا بارش کے لئے۔ اس نے دونوں کی منت کی۔

لیکن یہودی روائت میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اس نے ان کے لئے دعا کی۔ اور یعقوب یہاں اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ایسی طرح وہ اس روائت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جہاں ساڑھے تین سال کے قحط کا ذکر آتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ تین سال کے قحط کی طرف اشارہ کرے جو پرانے عہد نامہ کی کہانی میں درج ہے۔

۴۔ بشارت کی تلقین۔ باب ۵: ۱۹-۲۰

یعقوب ہر شخص کے لئے جو خدا کی مرضی پوری کرنا چاہتا ہے۔ یہ لازمی سمجھتا ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کی نجات کے لئے کوشش کرے جو خطاکار ہیں اور خاص طور پر اخلاقی خطاؤں کے مرتکب ہیں۔

جسمانی بیماری ایک شے ہے اور ہمیں اس کو دور کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے لیکن روحانی مرض ایک اور شے ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اور زیادہ ہماری توجہ کی محتاج ہے۔ نجات کے اس کام کے لئے یعقوب دو مقصد پیش کرتا ہے۔ اول اگر ہم کسی کھوئے ہوئے بھائی کو خدا کے پاس لاتے ہیں۔ تو ہم اس کی روح کو موت سے بچاتے ہیں۔ یعنی خدا سے ابدی دوری سے بچاتے ہیں۔ دوسرے اپنے خطاکار بھائیوں کو بچانے کی کوشش ہمارے بہت سے گناہوں کی تلافی کریگی۔ بشارت کا اثر ہم پر بھی ہوگا۔ نیز اس شخص پر بھی جس کو ہم بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس سے ہماری زندگی میں بھی تبدیلی ہوگی۔

یعقوب کی تعلیم

راُس کا ایمان حقیقی ہوگا۔ جس سے اُسے مدد ملے گی کہ وہ خداوند مسیح
ے نقشِ قدم پر چل سکے۔
یسوع خداوند کی تعلیم کی طرح یعقوب کی تعلیم کی بنیادی بات
ہے۔ کہ اگر ایک شخص کو وہ مقصد پورا کرنا ہے۔ جو خدا نے اُس کے

ا۔ ایک چیز جس پر یعقوب بہت زور دیتا ہے وہ ہے شخصیت کی ایکتا مقرر کیا ہے۔ تو یہ ضروری ہے۔ کہ اندرونی طور پر اُس کی شخصیت
اور استحکام۔ کوئی شخص یہ اُمید نہیں رکھ سکتا کہ وہ خُدا کا دیا دا ہو اور اُس میں کسی قسم کی دوئی نہ ہو۔ اندرونی پھوٹ کا نتیجہ بدی
خادم ہوگا۔ جب تک کہ وہ اپنی شخصیت کو ایک خیال اور ایک ہو سکتا ہے۔ شخصیت کو یا تو خدا کا برگزیدہ ہونا چاہیئے یا دُنیا کا۔
نصب العین کے ماتحت نہ کرلے۔ جب تک ایک دلی نہ ہو۔ چال چلن میں پا ں کو ثبات ہو نہیں سکتی۔ اگر دونوں کی خدمت کرنے کی کوشش کی جائے
داری اور طاقت نہیں ہو سکتی۔ جو شخص دو دلا ہے وہ اپنی سب باتوں کر یسوع نے ہمیں بتایا ہم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں
میں بے قیام ہے۔ جب زندگی میں یکدلی۔ اور زندگی میں ایک ہی سکتے۔ اِس لئے یعقوب کی تعلیم کی بنیاد صحیح نفسیاتی ہے۔
مقصد نہ ہو۔ اُس وقت تک ایک شخص سمندر کی لہر کی طرح کبھی اِدھر۔ اِس پہلی بات سے یعقوب کی تعلیم کی دوسری خصوصیت نکلتی ہے
اور کبھی اُدھر مارا مارا پھرے گا۔ اُس کی زندگی میں ہمیشہ بے ثباتی ہوگی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ چونکہ صحیح شخصیت ایک شے ہے۔ ہم ایمان اور
مقصد کی اس ایکتا کا اظہار مضبوط ایمان سے ہوگا۔ اس قسم ل کو الگ الگ نہیں کر سکتے۔ دونوں ہی تخلیقی اور حرکی شخصیت کے
سے مضبوط ایمان کے مالک کو وہ برکت اور فضل ملیگا۔ جو خدا دینا چاہتا ہے (جُدا نہ ہونے والے) جزہیں اور الگ الگ وہ موجود ہو نہیں
ہے۔ لیکن ہم خُدا سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے۔ کہ وہ ہماری دعائوں کے وہ تمیز جو ہم ایمان اور اعمال میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔
کا جواب دے۔ جس حال کہ ہم کبھی ایک چیز مانگتے ہوں۔ اور دوسرے ایک ناممکن شے ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو سچ مچ اپنے آپ
وقت کوئی اور شے۔ جو پہلی سے بالکل ہی مختلف ہو۔ اور اس کا نتیجہ کو دھوکا اور فریب دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ جب تک ہم ایک بات
یہ ہو کہ ہم خود بھی نہ جانتے ہوں کہ ہم چاہتے کیا ہیں۔ ل ہی نہیں کرتے اُس وقت تک ہم اُس پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔
وہ شخص جس کی ساری شخصیت ایک غالب مقصد کے ماتحت لی طور پر ہم ایک بات کے بارے میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم اُسے مانتے
کام کرتی ہے اور وہ مقصد ہے خدا کی مرضی کو پورا کرنے کی خواہش لیکن اگر ہم اُس پر عمل نہیں کرتے تو دراصل ہم اُس پر ایمان
وہی ہے جو آزمائشوں اور آفتوں کے وقت ثابت قدم رہے گا یں رکھتے اور محض دھوکہ کھا رہے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمیں

غریبوں سے ہمدردی ہے اور کہ ہم مانتے ہیں۔ کہ اُن کو پیٹ بھر کر
کھانے کو ملے اور تن ڈھانپنے کو کپڑا میسر ہو۔ لیکن جب ہم کوئی ایسا کام
نہیں کرتے جس سے اُن لوگوں کو جو غریب ہیں ضروریاتِ زندگی
میں آسانی ہو۔ اُس وقت تک اصلی معنوں میں ہمیں اُن سے ہمدردی
نہیں ہے۔ خواہ ہم کتنی ہی باتیں کیوں نہ بنائیں کہ یہ ہونا چاہیئے
وہ ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔

ایمان اور اعمال کے جُدا نہ ہونے پر یہ عملی تاکید خداوند یسوع
مسیح کی زندگی اور تعلیم کے عین مطابق ہے۔ لیکن یہ ایک ایسی شے ہے
جس سے مسیحی کلیسیا کی نظریں اوجھل ہو چکی ہیں۔ اسی بات میں تو
اشتراکی یعنی کمیونسٹ مسیحی کلیسیا پر سب سے زوردار فتوے صادر
کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کلیسیا کا خدا کی محبت اور انسان کی بہبودی
کا اصول تو بہت اچھا ہے۔ لیکن اِس اصول کو نہ تو عملی جامہ پہنایا
گیا اور نہ کوئی ایسا نظام اقتصادی اور سماجی قائم کرنے کی کوشش
کی گئی جس سے اُس بات کا اظہار ہو جس پر وہ ایمان رکھتی ہے
کلیسیا خداوند یسوع مسیح اور یعقوب کی تعلیم کی روشنی میں ایک
انقلاب پیدا نہیں کرتی۔ اور اس بات کو محسوس نہیں کرتی کہ
اُصولوں اور عقیدوں کی جن پر وہ عمل نہیں کرتی۔ تعلیم دے کر
وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی ہے۔ اُس وقت تک وہ اشتراکیت
کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جو سب باتوں کے علاوہ عملی ہے اور یعقوب
کے ساتھ اس بات کو ماننا ہے کہ اصول اور عمل کو ایک دوسرے
سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم جس صورتِ حالات سے دوچار

ہیں اُس میں غالباً یعقوب کی اس تعلیم سے بڑھ کر اور کسی بات
کی ضرورت نہیں۔

۳۔ یعقوب تعلیم دیتا ہے۔ کہ انسان کو اخلاقی آزادی حاصل ہے
وہ اِس بات میں آزاد ہے کہ جو چاہے سو کرے۔ اِس خط میں تقدیر
یا مقدر کا کہیں اشارہ نہیں ملتا۔ انسان کو آزادی ہے کہ وہ خدا
کی مرضی کو پورا کرے یا بدی کا راستہ اختیار کرے۔ خدا نے انسان
کو کرنے کی طاقت عطا کی ہے۔ یہ طاقت دی ہے کہ وہ ناراستی کو
دُور کرے۔ شیطان کا مقابلہ کرے۔ خدا کے نزدیک جائے۔ اپنے
دلوں کو صاف کرے۔ خدا انسان کو کبھی ایسے حالات میں نہیں
ڈالتا جو اُس کی بساط سے باہر ہوں۔ نہ خدا اِس بات سے
ہو سکتا ہے کہ انسان کو ایسی طاقت دے کہ وہ نیک راستہ اختیار کر
سکے۔ خدا نے انسان کو بنایا اور اُس میں روح پھونکی۔ اُس نے
انسان کو اپنی مرضی اور اپنی شخصیت کو ترقی دینے کے قابل بنایا۔ اور
ہر انسان کی ذمہ داری ہے کہ اُن طاقتوں کو استعمال کرے۔ اور
اُن باتوں کے لئے استعمال کرے۔ جن کے لئے یہ قوتیں دی گئی ہیں۔
کہ یعقوب کا آزادی کے قانون سے یہی مطلب ہے۔ جس کا ذکر وہ
بار بار کرتا ہے۔ آزادی کے قانون کا یہ مطلب ہے کہ جب ہم خدا
کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں تو ہم کو حقیقی آزادی ملتی ہے۔
یعقوب کہتا ہے اُس صورت میں ہم جسم۔ روح اور دماغ کی طاقتوں کو انہی
باتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جن کے لئے وہ پیدا کی گئی ہیں۔
طرح ہم پورے طور پر ترقی کرتے ہیں۔ جوں جوں ہم خدا

کے لیے بھی جو اُن عورتوں میں بھی بستی ہے۔ جن کو یعقوبؔ زنا کرنے وا
کہتا ہے۔ اُن لوگوں میں بستی ہے جنہوں نے خدا کے ساتھ بے وفائی
جو خدا کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ خدا کے دل میں تڑپ ہے۔ یہا
یعقوب کی تعلیم خداوند یسوع کی تعلیم کے ساتھ ملتی ہے۔ جس نے
پس جب تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو
تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے۔ اپنے مانگنے والوں کو اچھی چ
کیوں نہ دے گا۔ اور خداوند یسوع انسان کے فرض کا استقرار
کے ساتھ رشتہ ہونے کی بنا پر کرتا ہے (متی ۵: ۴۵) خداوند
خدا کے باپ ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن وہ متبنّٰے ہونے کی طرف با
اشارہ نہیں کرتا۔ انسان کی نجات مسرف بیٹے کی واپسی سے ہے۔

یعقوب کے خط پر

وعظوں کے لئے اشارات

(۱)

ایذا اور آزمائش کی مسیحی زندگی میں کام

یعقوب ۱: ۲ - ۴

ہم آزمائشوں کے سبب کس طرح خوش رہ سکتے ہیں؟ کیا یہ
ی طبیعت کے خلاف نہیں؟ لیکن یعقوب نے وہی تعلیم دی جو
۱۰: ۱۰-۱۱ میں آئی ہے "مبارک ہیں وہ جو ستائے گئے ہیں"۔
ا سبب وہ مقصد ہے۔ جس کی خاطر خدا ہمارے آزمائے جانے
زن دیتا ہے۔
آزمائش کے ذریعے خدا ہمیں موقعہ دیتا ہے کہ ہم اپنی شخصیت
دیں (یعقوب ۱: ۴) اگر ہم اس بات کو سمجھ لیں تو ہم آزمائشوں
تون کو اپنے چال چلن کو مضبوط بنانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں
وہ تحمل اور برداشت جو ہم آزمائش سے پیدا ہوتا ہے ہمارے
ن کی اصلی قوت ہے۔ آزمائش کو برداشت کرنا وہ مدرسہ ہے
بہت سے وہ اسباق سیکھتے ہیں جو خدا ہمیں سکھانا چاہتا ہے۔

دو دِلا آدمی

یعقوب ۱: ۸

دو دِلا ہونے کی وجہ :۔ زندگی میں ایک اعلےٰ نصب العین کی کمی جو زندگی کی تمام طاقتوں کو ایک کر سکتا ہے۔ دو دِلا ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم زندگی میں کئی ایک ایسے خیالوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔

دو دِلا ہونے کے نتائج :۔ چال چلن کی کمزوری۔ چال چلن اُسی صورت میں مضبوط ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہماری زندگی میں ایک ہی اعلےٰ خیال ہو۔ اور وہی زندگی پہ غالب ہو۔ اور اُسے ہی ہم نے اپنی زندگی کا منزلِ مقصود بنا رکھا ہو۔

غیر ذمہ داری :۔ ہم اُس شخص پہ بھروسہ نہیں کر سکتے جس کے متعلق ہمیں یہ علم نہ ہو۔ کہ وہ آگے کو کیا کیا کرے گا۔

طاقت کی کمی :۔ کوئی شخص جس کے کئی ایک راستے ہوں طاقت ور شخصیت کا مالک نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ اپنے ساتھیوں پہ اچھائی یا بُرائی کے لئے اختیار رکھ سکتا ہے۔ دو دِلا آدمی بالکل بے اثر ثابت ہوتا ہے۔

دو دِلے پن کا علاج :۔ اس کا علاج اُسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ہم زندگی ایک اعلےٰ نصب العین قبول کر لیں اور باقی سب کچھ اُس پہ قربان کر دیں۔ خواہ یہ نصب العین اچھا ہو یا بُرا۔ یہ بات دونوں صورتوں میں صادق آتا ہے۔ اُن لوگوں کے لئے جو خدا کے ہیں۔

عمل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ وہ زندگی کی ہر بات میں نہ صرف اصولی طور پر بلکہ عملی طور پر یسوعؔ مسیح کو اپنا خداوند تسلیم کریں۔

۴۔ خود فریبی

یعقوب ۱: ۲۲ تا ۲۶

یعقوب کہتا ہے کہ دو طریقے ہیں۔ جن میں ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جب ہم دوسروں سے مذہبی باتیں سنتے ہیں۔ مگر جو کچھ سنتے ہیں۔ اُس پہ عمل نہیں کرتے ہیں۔

مگر اس کے باوجود ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم مذہبی آدمی ہیں۔ ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جب تک ہم عملی طور پہ خدا کی مرضی نہیں بجا لاتے۔ ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جب ہم سمجھتے ہیں۔ کہ کلیساؤں میں مذہبی عبادتوں میں حاضری ہو رہی ہے۔ ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ کلام اللہ کا محض پڑھنا ہی کافی ہے۔ ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جب ہم سمجھتے ہیں۔ کہ مذہبی دلیل بازی اور حجت ہی مذہب کی علامت ہے تو ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ مسیحی جماعت کا فرد ہونا اور کسی کلیسیائی جماعت کا ممبر ہونا ہی ہمارا فرض ہے اور کچھ نہیں۔ تو ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

حقیقی مسیحیت بے عمل یا محض زبانی جمع خرچ نہیں ہے۔ وہ ایک سرگرم
شے ہے۔

۲۔ جب ہم ناروادار رہیں تو ہم مذہب کے بارے میں اپنے آپ کو دھوکا
دے رہے ہیں۔

ہمارا مذہب فضول ہے اگر ہم مذہبی مباحثوں میں اپنے جذبات
رَو میں بہ جائیں۔

ہمارا مذہب فضول ہے اگر ہم دوسروں کے بارے میں غلط
رائے قائم کرتے ہیں۔ اُن کو اور اُن کی نیتوں پہ حملہ کرتے ہیں
ہمارا مذہب فضول ہے۔ اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم سمجھتے
ہیں وہ صحیح ہے اور باقی سب لوگ غلطی پہ ہیں۔

ناروا داری جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ہم اپنی قوتِ گویائی کا غلط استعمال
کریں۔ تو ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

ہمیں خدا سے دعا کرنا چاہیئے۔ کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے
کو اُس کی سچائی کے آئینے میں دیکھ سکیں اور اِس طرح خود فریبی
شکار ہونے سے بچ جائیں۔

۵۔ حقیقی مذہب

یعقوب ۱: ۲۷

جب ہم مذہب کی اُس تعریف کا غور کرتے ہیں۔ جو یعقوب نے دی اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم اپنا وقت۔ اپنی ہمدردی۔ اپنے وسائل
ہے۔ تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ غیر مسیحی یہودیوں کو مخاطب کر اپنی شخصی مدد اُن لوگوں کے لئے حاضر کریں جو ضرورتمند ہیں۔
ہے۔ اگر وہ یہ خط مسیحیوں کو لکھتا۔ تو یقیناً اُس کی تعریف مختلف ہو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم یتیموں کی خبرگیری کریں۔ بیواؤں کی خبر

یعقوب اپنی تعریف میں مذہب کی دو خصوصیات پہ زور دیتا ہے۔
جن کا تمام مسیحیوں میں پایا جانا ضروری ہے۔

۔ دُنیا سے بے لاگ رہنا۔

یہ مذہب کا وہ پہلو ہے جس کا تعلق خدا کے ساتھ ہے۔

سچے مذہب کا مطلب خدا کے ساتھ کامل مخصوصیت ہے اور اٹل
ارادہ ہے۔ کہ کوئی بات ہمیں اُس کی مرضی پر عمل کرنے سے نہ روکے۔

سچے مذہب میں سمجھوتہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور نہ اس میں دنیا
داری کا کوئی اشارہ ہے۔

وہ کونسی باتیں ہیں۔ جو ہمیں داغ لگاتی ہیں۔ یا لگا سکتی ہیں؟
عیش و عشرت کی خواہش۔ اختیار کی بھوک۔ دولت کی محبت۔ آرام
سے پیار۔ خود پروری وغیرہ وغیرہ۔

اگر ہم اصلی معنوں میں مذہبی ہونا چاہتے ہیں تو اِن اشیا کو ہماری
زندگی میں کوئی جگہ نہیں مِل سکتی۔

خدمت ۱۔ یہ مذہب کا انسانی پہلو ہے۔ یعنی ہمارے اپنے بھائی
انسانوں کے ساتھ تعلقات۔

حقیقی مذہب کا مطلب اپنے بھائی انسانوں کی خدمت ہے۔ جب
اور جہاں کہیں ممکن ہو اُن کی ضروریات کو رفع کرنا۔ اس کا مطلب
ہے کہ ہم اپنی زندگی دوسروں کی سیوا میں صرف کریں۔

بیں-قصہ مختصر یہ کہ جس طرح خدا سب کا باپ ہے۔اسی طرح ہم بھی باپ ہ
کے فرائض بجا لائیں۔جہاں تک ہم سے بن سکیں۔

۶- آدمیوں کا لحاظ

یعقوب ۲:۱

۱- تمام مرد اور عورتیں خدا کی نظر میں یکساں ہیں۔یہ بات ہر حالت
میں سچ ہے۔خواہ اُن کا اقتصادی۔سماجی۔تعلیمی۔درجہ کچھ ہی کیوں نہ
ہو۔اور اُن کا رنگ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور وہ کسی نسل کے کیوں نہ
ہوں۔
یہ اُس صورت میں سچ ہے کہ وہ کسی قابلیت کے مالک کیوں نہ ہوں۔
۲- اس کا مطلب یہ ہے۔کہ مسیحیت ایک حقیقی رفاقت ہے۔یہ خدا کے
فرزندوں کی رفاقت ہے۔جو سب اُس کے خاندان کے فرد ہیں
اس میں مسیحیت حقیقی جمہوریت ہے۔
۳- لیکن جب ہم دوسروں کے بارے میں حکم لگاتے ہیں۔تو اس
گز توڑتے ہیں۔اور دُنیا کے معیار اختیار کرتے ہیں مثلاً جب ہم اُن
لوگوں کو سلام کرتے ہیں۔جو دولت و ثروت کے مالک ہیں اور
کو خاص خاص حقوق دیتے ہیں۔تو ہم آدمیوں کا لحاظ کرتے ہیں
جو خدا کی مرضی کے منافی ہے۔
ہمارے معیار جو ہم لوگوں کا اندازہ کرنے کے لیے استعمال کرتے
ہیں وہ ہونے چاہئیں جو خدا کے ہیں۔نہ کہ وہ جو دنیا کے ہیں۔

۔ وہ ذہنی رویہ جو اگر اصولی نہیں تو عملی طور پر سب کو خدا کی نظر میں
یکساں نہیں سمجھتا ہے۔ایسا رویہ جس سے تمام زندگی کو گھن لگ جاتا ہے۔
اور ہمیں اس بات کی ترغیب دلاتا ہے کہ ہم اُس شے کی خلاف ورزی
کریں جو خُدا کی شریعت میں بنیادی ہے۔یہ ایک ایسی بنیادی کمزوری
ہے۔جسے مسیح کے پیرو ایک نظر نہیں دیکھ سکتے۔

۷- ایمان اور عمل

یعقوب ۲:۱۷و۱۸

۔ایمان ضروری ہے۔لیکن سوال یہ ہے۔کہ ایمان ہے کیا؟
۔یہ ناممکن ہے۔کہ ایمان کو اعمال سے جو اُس کا پھل ہیں۔علیحدہ کر
دیا جائے۔یہاں خداوند یسوع کی تعلیم کا حوالہ دیجئے۔جہاں اُس
کہا کہ تم مجھے خداوند! خداوند!! کیوں کہتے ہو۔
اعمال سے علیحدہ کوئی ایسی شے نہیں جسے ایمان کہا جا سکے۔اعمال
کے بغیر کوئی ایمان نہیں وہ مُردہ ہے۔
ایمان اور عمل اُس زندگی کے دو حصے ہیں۔جو خُدا میں
ہوتی ہے۔اِن دونو میں سے کوئی ایک زندگی نہیں ہے زندگی
سے کامل ہوتی ہے۔
جوں جوں ہم عمل کرتے ہیں۔ایمان ترقی کرتا ہے۔جب تک
اس پر عمل نہ کریں۔ایمان حقیقی نہیں ہے۔
ایمان کو نظری عقیدہ کہا جا سکتا ہے۔اس کو ماننا بغیر اعمال ممکن

ہے۔ لیکن فی الحقیقت ہم جب تک اس پر عمل نہ کریں۔ اس کو نہیں مانتے۔
بس اِس قسم کی نقلی شئے اُس وقت تک مردہ ہے۔ جب تک اس پر عمل
نہ ہو۔ ایمان کو مسیح پر بھروسہ اور اُس کے لئے محبّت کہا جا سکتا ہے لیکن۔
عمل کے بغیر یہ شئے ناممکن ہے۔ جب تک کوئی عملی پھل نہ ہو۔ اُس وقت
تک بھروسہ کوئی شئے نہیں۔
۵۔ ہم میں سے ہر ایک کی پہچان ہمارے اعمال ہیں۔ یہی یسوع کی تعلیم
تھی۔

۸۔ زبان کے خطرات

یعقوب ۳: ۶، ۸

زبان کا زہر کیا ہے؟
۱۔ گرما گرم بحث اور مناظرہ۔
۲۔ گپ۔ غیبت۔ بدکلامی۔ اور دوسروں کو بدنام کرنا۔
۳۔ ناملائم گفتگو۔ جس سے دوسروں کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔
۴۔ جذبات کو بھڑکانا۔ جوش پھیلانا۔
۵۔ صرف آدھی بات کہنا۔ تصویر کا ایک ہی رُخ دکھانا۔
۶۔ جان بوجھ کر جھوٹ بولنا۔
۷۔ اچھی طرح سوچے سمجھے بغیر اور پوری واقفیت کے بغیر بولنا۔
یہ ہیں بعض باتیں جن سے بے قابو زبان آگ کی مانند اور زہر
مشابہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی زبان کی اقتدار

۹۔ زبان

یعقوب ۳: ۱-۱۳

زبان سارے بدن کو گندہ کر دیتی ہے۔
بدکلامی کے اثرات ہمارے اپنے پر۔
ہم گندے الفاظ استعمال کر کے اپنے آپ کو پلید کرتے ہیں۔ گندے الفاظ
دہرانے سے ہماری ساری شخصیت ہی گندہ ہو جاتی ہے۔ اور دل
ہنا سننا ہی کیا ہے۔ کہ اُن پر اس کے کیا اثرات ہو سکتے ہیں۔
بدکلامی سے رفاقت برباد ہو جاتی ہے۔ اِس سے ہم پر نیز دوسروں
اثر ہوتا ہے۔ جب ہماری دوسروں کے ساتھ رفاقت برباد ہو جاتی
تو ہماری ترقی اور راحت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔
بے قابو زبان علامت ہے۔
۔ ایسی شخصیت کی۔ جس کو استحکام نصیب نہیں۔ جس میں ایک نصب العین
۔ جو ساری زندگی پر غالب ہو۔ اور ساری قوتوں کو ایک جھنڈے
جمع کرے۔
۔ دانائی کی کمی کی اور خدا کی معرفت کی کمی کی۔ خدا کی معرفت
ضبط حاصل ہوتا ہے۔
۔ باقابو زبان نیکی کا زبردست آلہ بن سکتی ہے۔
ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یعقوب کی اپنی زبان کتنی موثر اور کھب جانیوالی
۔ اگر زبان قابو میں ہو۔ تو یہ اتنا ہی کام کر سکتی ہے۔ جتنی جہاز کی
اور گھوڑے کا لگام۔ یہ قابو اُسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے
دل کے دروازے خدا کی معرفت اور نور کے لئے کھلے ہوں۔

۱۰۔ حکمت

یعقوب ۳: ۱۴۔۱۸

حکمت روح کا الٰہی عطیہ ہے۔ جس سے ایماندار کو یہ معرفت حاصل ہوتی ہے کہ زندگی کا الٰہی قانون راستبازی ہے۔ یہ وہ معرفت ہے جو اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ ہم اپنا دل الٰہی روح کے لئے کھول دیتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔

۱۔ زندگی کی پاکیزگی۔ ذاتی مرضی کی الائش اس میں نہیں ہوتی۔ یک دلی ہوتی ہے۔

۲۔ صلح کی قابلیت۔ اور صلح کرانا۔

۳۔ رواداری اور دوسروں کا خیال کرنا۔ ہٹ دھرمی کی گنجائش نہیں

۴۔ رحم دلی اور معافی کے لئے آمادگی۔

۵۔ عملی خدمت اور پھل لانا۔

۶۔ اعتماد۔

۷۔ اخلاص۔ نہ کوئی بات چھپانا۔ اور نہ کوئی آدھی سچائی بیان کرنی

حکمت کے دشمن ہیں:۔

۱۔ حسد اور رقابت کی روح۔

۲۔ جھگڑا اور بحث جس سے پُر حکمت اور پُر اخلاص خیالات کے اظہار کا موقعہ نہیں ملتا ۔

۱۱۔ اُستادوں کے لئے ایک وعظ

یعقوب ۳: ۱

ابتدائی کلیسیا میں اُستاد کا درجہ ہر دل عزیز تھا۔

اِس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اِس جنت میں آدمی اپنے خوش بیانی اور حسنِ تقریر کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ یہ اس قسم کی اسامی تھی۔ جس کی وجہ سے دوسروں پر اختیار حاصل ہو جاتا تھا۔

پس یعقوب کہتا ہے کہ اُستاد بننے کی خواہش میں ایک خطرہ ہے۔ وہ اُن کو تنبیہ کرتا ہے۔ جن کے دل میں اُستاد بننے کی آرزو ہے کہ اُستاد بننا بڑا ذمہ داری کا کام ہے۔

کیونکہ :۔ اس سے ایک شخص کو بہت اثر و رسوخ حاصل ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ نیکی کرے یا بدی کرے۔

۲۔ اِس سے ایک شخص کو موقعہ ملتا ہے کہ وہ دوسروں کی زندگیوں کو سانچے میں ڈھالے۔

۳۔ اِس سے ایک شخص کو یہ موقعہ ملتا ہے کہ دوسروں کی سوچنے کی طاقت کو جیسا چاہے ڈھالے۔

۴۔ اس سے ایک شخص کو یہ موقعہ ہے کہ وہ لوگوں کو جو اس وقت بڑھ رہے ہیں۔ اچھے نصب العین پیش کرے۔ وہ اس بات کی تنبیہ بھی کرتا ہے۔ کہ اُستادوں کے لئے ایک خاص خطرہ ہے۔ (کیونکہ اُن کو بولنا پڑتا ہے۔ اور اپنی زبانوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے) یعنی بے ہودہ بولنے کا۔ بے سوچے سمجھے بیان دینے کا۔ گمراہ کُن باتیں

کہنے کا اور بدکلامی کا۔ الغرض اُستاد کو یہ خاص آزمائش درپیش ہے کہ وہ
اپنی زبان کو غلط باتوں میں استعمال کرے زبان کو قابو میں رکھنا اُستاد کے
لئے ایک ضروری بات ہے۔
صرف وہ شخص بے کھٹکے اُستاد بن سکتا ہے جس کو اپنی زبان پر پورا
پورا قابو حاصل ہو۔

۱۲۔ راستبازی اور صلح کرانے والے

یعقوب ۳: ۱۸

راستبازی کا بیج وہ لوگ جو صلح کے لئے کام کرتے ہیں۔ صلح کی زمین
میں بوتے ہیں۔ راستباز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی صلح کرانے
والا ہو۔ اس کے ساتھ خداوند کی تعلیم کا مقابلہ کیجئے "مبارک ہیں
جو صلح کراتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے"۔
راستبازی کا پھل جنگ میں کبھی نہیں بویا جا سکتا۔ جنگ سے کبھی
نیکی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جنگ بدی اور اس کے نتیجے بھی بُرے ہوتے ہیں۔
جنگ کا نتیجہ نفرت ہوتا ہے۔ اس سے تلخی اور انتقام کی خواہش
پیدا ہوتی ہے۔
اس کا نتیجہ بربادی ہوتا ہے۔ مادی۔ جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی۔
چلن بگڑ جاتے ہیں۔ اخلاقی اقدار گھٹ جاتے ہیں۔ بدی اور ظلم
کا احساس مٹ جاتا ہے۔ اور یہ جنگ کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ جب ہم
جنگ کرتے ہیں۔ تو ہم بربادی کی طرف جاتے ہیں۔ اور تعمیر کو بھول جاتے
ہیں۔

اس کے برعکس صلح کا بیج بونا تعمیر کی طرف جانا ہے اور یہ خدا کے منشا
کے مطابق ہے۔
جو صلح کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ محبت کے شاہی قانون یعنی
"تُو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ" کے قانون کے مطابق زندگی گزارتے
ہیں۔ اپنے پڑوسی سے محبت رکھنا ناممکن ہے جب کہ ہم اُس کو ہلاک کرنے
کی کوشش کر رہے ہیں۔
پس یہ اُن سب کا جو خُدا کی مرضی کے متلاشی ہیں۔ فرض ہے۔ کہ صلح
کے لئے کوشش کریں اور جہاں کہیں نفرت۔ دشمنی اور تشدد ہو وہاں صلح
کرائیں۔

۱۳۔ دُعا جو سُنی نہیں جاتی

یعقوب ۱: ۶؛ ۴: ۳

۱۔ یعقوب کے خیال کے مطابق ہماری دعاؤں کے نہ سنے جانے کی پہلی
وجہ ایمان کی کمی ہے۔
ایمان کی کمی کا ثبوت ہماری بد دلی ہے۔ ہم دو دلے ہوتے ہیں۔
...ہ خدا کیا کریگا۔ ایک وقت تو ہم اُس پر ایمان رکھتے ہوئے عمل کرتے
ہیں۔ دوسرے وقت ہمارے عمل سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا
...س پہ ایمان رکھنا کافی نہیں ہے۔ نہ ہمیں اپنے عقیدوں پر بھروسہ
ہے نہ خدا پر۔ ہمیں یہ بھی پتہ نہیں۔ کہ خدا پر بھروسہ اور ایمان رکھنا
...تا ہے یا نہیں۔ جب تک ہم یوں دو دلے اور ڈانواں ڈول ہیں ہماری
دعائیں سُنی نہ جائیں گی۔

٢- دوسری وجہ ہماری دعاؤں کے نہ سُنے جانے کی یہ ہے کہ ہم خدا سے وہ چیزیں مانگتے ہیں جو ہمارے لئے سرمایۂ عیش ہیں۔

ہم دعا کو ایک جادو کے تعویذ کی طرح استعمال کرنے کی توقع نہیں رکھ سکتے جس کے ذریعے ہم اپنی مرادیں حاصل کر سکیں۔ اور اس میں خدا کی مرضی کو کوئی دخل نہ ہو۔

خدا اُس نیت اور مقصد کو دیکھتا ہے۔ جو ہماری دعا میں چھپا ہے۔ اگر اس میں خود غرضی پائی جاتی ہو۔ تو یہ دعا نہ سنی جائے گی۔

اگر ہم خدا کے پورے طور پر مطیع نہیں۔ تو ہماری دعا نہیں سُنی جائے گی۔

اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری دعا سُنی جائے۔ تو ضروری ہے۔ کہ ہمیں خدا پر کامل ایمان ہو۔

١٤- آزادی کا قانون

یعقوب ١:٢٥ ، ٢:١٢

شریعت اور آزادی دو متضاد باتیں دکھائی دیتی ہیں۔ شریعت یا قانون ایک ایسی شے ہے جس سے ہماری آزادی محدود ہو جاتی ہے۔ اور ہمیں وہ اپنی من مانی کرنے سے روکتی ہے۔ لیکن خدا کی شریعت (قانون) جو اُس کی بادشاہت کا قانون ہے۔ ہمیں حقیقی آزادی بخشتی ہے۔ یعنی ہمیں کثرت کی زندگی گزارنے کا موقعہ ملتا ہے۔ ہمیں اپنی قوتیں پورے طور پر استعمال کرنے کی آزادی ہے۔ اِس لئے یہ آزادی بھی ہے۔

خدا کی شریعت یا قانون سے ہمیں گناہ اور بُرے جذبات و خواہشات سے بھی آزادی مل جاتی ہے۔ اس سے ہمیں یہ آزادی ملتی ہے۔ کہ ہم اپنی اصلی فطرت کی نشوونما کریں۔ اور اپنی قوتوں کو ترقی دیں۔

اس سے ہمیں یہ آزادی ملتی ہے کہ ہم دو بڑے حکموں پر عمل کریں۔ خدا سے محبت اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرنا۔

اصلی آزادی اور اختیارات کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا کی مرضی اُس کے قانون۔ اور اُس کی شریعت کو اپنی مرضی جان کر اُس پر عمل کریں۔ جب ہم خدا کی مرضی کو اپنی مرضی جان کر قبول کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم اُن باتوں سے آزاد ہو گئے جو ہمیں خدا کی مرضی پر عمل کرنے سے روک سکتی ہیں۔ اور ہماری زندگی میں بدی کا بیج بو سکتی ہیں۔ پس ہم قانون کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی آزادی کا بھی۔ آزادی کے قانون کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہماری مرضی خدا کی مرضی کے مطابق ہے۔ یہی کامل آزادی ہے۔ اور اس کا نمونہ ہمیں خداوند یسوع کی زندگی میں ملتا ہے۔

١٥- بے فکری کا گناہ

یعقوب ٤: ٨-١٠

یعقوب اس جگہ اپنے قارئین خدا کے روبرو لاتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ہم خدا کے نزدیک آئیں۔ اپنے آپ کو اُس کا مطیع کر دیں۔ اور اپنی زندگیوں کو پاک کریں۔

اگر ہم ایسا کریں تو:۔

۱۔ ہم پر اپنی بدیوں کا حال کھل جائیگا۔

۲۔ ہمیں اپنی نعمتوں کو سمجھنے کا موقعہ ملے گا۔ اور ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کتنے بڑے ہیں۔ اور ہمیں علم ہو جائیگا۔ کہ ہم کس قدر دو دے ہیں۔

۳۔ ہمیں توبہ کی ضرورت محسوس ہو گی۔ اور ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ ہماری زندگیاں خدا کی نظر میں کتنی قابلِ رحم ہیں۔

اگر ہم ایسا کرینگے۔ تو ہمیں بے فکری کا مرض لاحق نہ ہوگا۔ اس سے ہم میں انکسار اور فروتنی پیدا ہو گی۔ اور خدا ہماری مدد کریگا۔

یسوع کی تمثیل کا مقابلہ کیجئے۔ جو اُس نے فریسی اور محصول لینے والے کے بارے میں کہی۔ جو ہیکل میں دعا مانگنے گئے۔ فروتنی اور اس بات کو جاننے کا کہ ہم خدا کی نظر میں فی الحقیقت کیسے ہیں۔ نتیجہ ہوگا کہ:۔

وہ ہم کو سر بلند کرے گا۔

وہ فروتنوں کو اپنا فضل بخش سکتا ہے۔

۱۶۔ اقتصادی بے انصافی

یعقوب ۵:۱-۶

سماج کا یہ ایک ایسا گناہ ہے۔ جس کے خلاف یسوع خداوند نے سخت تنبیہ کی۔ لوقا ۶: ۲۴۔ اور دولت مند و لعزر کی تمثیل کے ساتھ مقابلہ کیجئے۔ لوقا ۱۶: ۱۹-۳۱۔ یہ اس قسم کا گناہ ہے۔ جو اس

وقت بھی ہم میں پایا جاتا ہے۔ اور مسیحی کلیسیا اس پہ بہت کم توجہ دے رہی ہے۔

اقتصادی بے انصافی کے اسباب ہیں:۔

۱۔ منافع۔ مال اور عیش و عشرت کے لیے خود غرضی۔

۲۔ فرد کی قدر و قیمت کو نظر انداز کرنا۔ جو خداوند یسوع کا بنیادی اصول تھا۔

۳۔ شراکت کی ضرورت کو نظر انداز کرنا اور اپنے اعمال سے اس بات کا انکار کرنا۔ کہ ہم سب ایک بدن کے اعضا ہیں۔

۴۔ جو چیز ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں اُس کے لئے دوسروں پر ظلم روا رکھنا۔

کیا یہ چیزیں موجودہ حالات میں ہمارے درمیان نہیں پائی جاتیں؟ اگر پائی جاتی ہیں۔ تو یسوع مسیح کے ہر ایک پیرو کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ان کے خلاف جنگ کرے۔ اور ایسا نظام قائم کرنے کی کوشش کرے جو خداوند یسوع کے اصول پر مبنی ہو۔

گناہ

یعقوب ۴:۱۷

یعقوب ہمیں بتاتا ہے کہ جب ہم جانتے ہیں۔ کہ صحیح کیا ہے اور پھر اُس پر عمل نہیں کرتے یہ ہمارے لئے گناہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ گناہ معیار پر پورے نہ اُترنے کا نام ہے۔ ایک عقیدے کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہنا ہے۔ یہ بات عین اُس تعلیم کے مطابق ہے۔ جو اُس نے اعمال اور ایمان کے الگ الگ نہ ہونے کے متعلق دی ہے۔

گناہ زندگی میں سلبی یا منفی رویہ کا نام ہے۔ خداوند کی تعلیم کے ساتھ مقابلہ کیجئے۔ جو متی ۲۵ میں آخری عدالت کے متعلق درج ہے۔ اور جس میں ثبوتی طور پر بھلائی کرنے سے قاصر رہنے کی مذمت کی گئی ہے۔

گناہ کے متعلق عام خیال یہ ہے۔ کہ کوئی ایسا کام کرنا جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ غلط ہے۔ ہم اکثر یہ بات یاد نہیں رکھتے۔ کہ خداوند یسوع نے اِس بات پر زور دیا کہ نیکی پر عمل کرنے سے قاصر رہنا گناہ ہے۔ اس کو ہم مافات (Omission) کا گناہ کہتے ہیں۔

لیکن یہ بھی اتنا ہی بُرا ہے جتنا کہ اعمال کا گناہ (Sin of Commission) سچ تو یہ ہے کہ یسوع کی نظر میں یہ اُس سے بھی خطرناک ہیں۔ مافات کے وہ کون کونسے گناہ ہیں جن کی ہمیں آزمائش آتی ہے۔

۱۔ بدی کے رُوبرو چپ رہنے کا گناہ۔ خاموش رہنا اور آواز نہ اُٹھانا۔

۲۔ بیکاری کا گناہ۔ جس کی مذمت خداوند یسوع نے توڑوں کی تمثیل میں کی ہے۔ جس میں اُس آدمی کی مذمت ہے جس نے اپنے توڑوں کو زمین میں دفن کر دیا+

مشعل پریس کھرڑ ضلع انبالہ میں باہتمام مسٹر اے ایم برنباس بی۔ اے منشی فاضل پرنٹر و پبلشر چھپکر کھرڑ۔ ضلع انبالہ سے شائع ہوئی+